



جَامِعَةُ الْتَّقْوَى لِلَّهِ عَزَّ ذَلِكَ الْمَهْمَّةُ
کاترجمان

لَا تَقُولُ مَا لَا تَعْلَمُ

شعبان ۱۴۳۳ھ / مارچ 2022ء

- ◆ شب برائت کی فضیلت
- ◆ کار و باری اخلاقیات اور شرعی تعیمات
- ◆ استقبال رمضان کا طریقہ
- ◆ عورت مارچ، حقوق نسوان اور اسلامی تعیمات
- ◆ کفایت شماری، احتسابیات، سفارت کا زرین اصول
- ◆ طلباء چھپیاں کیسے گزاریں؟

علماء کرام کی زیر نگرانی

راش فرائی

مستحقین کی تحقیق

زکوٰۃ و صدقات کا بہترین مصرف

سفید پوشوں کی امداد

رمضان المبارک میں ضرورت مندوں کی امداد

دارالతقوی کے ساتھ



پیچ 1
3500

Bank Name:
MCB Islamic Bank

Account title:
DARUL TAQWA TRUST

Account #:
1001820660001



پیچ 2
5000

اکاؤنٹ میں جمع کروائے یا ہمارے نمائندے کو کال کریں

نقد رقم جمع کرانے کی صورت میں ہمارے نمائندہ سے رابطہ کر کے رسید حاصل کیجئے

0300 15 82 792

/darultaqwa
042 37 414 665

Jamia Dar ul Taqwa New Choburji Park, Lahore. 0322-4454447

دارالتقوی

ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

حضرت اقدس و اکرم مفتی عبدالواحد صاحب

بدعا

شمارہ 8

شعبان ۱۴۳۳ھ / مارچ 2022ء

جلد 11

مجالس مشاورت

- حضرت مولانا ناثان صاحب
- حضرت مولانا ناصر شرید صاحب
- حضرت مولانا جبیل الرحمن صاحب

مجالس ادارت

- مفتی محمد اسماعیل صاحب
- مولانا ناذوالکفل صاحب

حضرت مولانا یوسف خان صاحب مظلہ

نیپر سرپرستی

حضرت مولانا اویس احمد صاحب مظلہ

مدیر

مولانا عبدالودود ربانی صاحب

مدیر مسئول

خط و کتابت کا پتہ

دفتر ماہنامہ دارالتقویٰ جامع مسجد الہمال چوبری گی پارک لاہور

فون نمبر: 0304-4167581 04235967905

سالانہ رسائل کے اجراء کے لیے مذکورہ پتہ پر مفتی آرڈر کریں

پینک اکاؤنٹ نمبر

1591001820660001

ٹائشل اکاؤنٹ دارالتقویٰ ٹرست
ایم آئی بی (مسلم کرشن پینک)

مقام اشاعت

جامع مسجد الہمال

چوبری گی پارک لاہور

Email Address

Monthlydarultaqwa@gmail.com

اس دائرے میں سرخ نشان
مدت خریداری کے ختم ہونے کی ملامت ہے

فی شمارہ: ۳۰ روپے
سالانہ بدل خرچ: ۵۰ روپے

مطبع: شرکت پرنٹنگ پریس

ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

نہرست

مارچ 2022ء

حرف اولیں

پرده اور حجاب روانچ نبیل اللہ کا حکم

مولانا عبد اللہ وور بانی صاحب

درسِ حدیث

اللہ کی محبت اطاعت رسول کے ذریعے ہی ممکن ہے

مولانا عاصی شقابی بلند شہری

مقالات مضمونات

13	مولانا نعیم الدین صاحب	شب برائت، فضائل و مسائل
19	مفتي ارشاد احمد اعیار	کارباری اخلاقیات اور شرعی تعلیمات
23	مفتي محمد اششہد سکوی	استقبال رمضان کا طریقہ
26	مولانا محمد عبداللہ	حفظ قرآن کریم کی فضیلت
29	مولانا اسرار الحج قاسمی	عورت مارچ، حقوق انسان اور اسلامی تعلیمات
33	اور یا مقبول جان	اخلاقیات کی قبر کھونے والے
36	انتخاب: عبد اللہ وور بانی	کفایت شعواری، اقتصادیات سنوانے کا زریں اصول
39	عبد اللہ وور بانی	طلباً، چھپیاں کیسے گزاریں؟
45	مولانا محمد اکمل جمال	مفتي محمود اشرف بھجی اللہ کو پیارے ہو گئے
47	مولانا ناؤ و لکفل صاحب	جامعہ دارالتقویٰ میں تقریب نعمت بخاری شریف
49	مولانا ناؤ و لکفل صاحب	سوانح حضرت حاجی عبد الوہاب صاحبؒ
53	مفتي محمد تقی عثمانی صاحب	سفر نامہ بیس ملکوں کا سفر نامہ
57	عبداللہ عابد صاحب	مضمون پاکستان میں عدالتی نظام کی بہتری کے لئے تجویز
59	عبد اللہ وور بانی	تبصرہ کتب اصلاحی بیانات، حافظ محمد ابراہیم مجددی
61	دارالافتاء والا رشد	مسائل آپ کے مسائل کا حل

حرف اویں

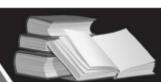
پرده اور حجاب روانچ نہیں اللہ کا حکم ہے

اللہ کریم کا بے پایا فضل و احسان ہے کہ اس نے ہمیں اسلام کی دولت سے مشرف فرمایا۔ ایک مومن بندہ کے لیے ایمان ہی سب سے بڑی دولت و نعمت ہوتی ہے اور ہر مومن کے لیے اسلامی احکام و قوانین واجب العمل ہوتے ہیں۔ اسلام ایک ہمہ گیر اور ہمہ جہت دین ہے۔ دین اسلام اپنے ماننے والوں کو زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی فراہم کرتا ہے، جس پر عمل کر کے انسان دونوں جہاں میں سرخ روئی و سرفرازی حاصل کر سکتا ہے۔ اسلام مرد و عورت دونوں کو ستر پوشی کا حکم دیتا ہے، اور خواتین کو حجاب و پرده کی تاکید کرتا ہے۔ اسلام نے جہاں مردوں کو نگاہیں جھکا کر چلنے اور شرم گاہوں کی حفاظت کا حکم دیا وہیں عورتوں کو بھی نگاہیں نیچی، حجاب و پرده کی پابندی اور اپنی پاک دامنی و پارسائی کی حفاظت و صیانت کا حکم صادر فرمایا کہ اسی میں ان کا تحفظ اور عزت و عفت کی بقا ہے۔

پرده عورت کی عزت کو حفظ رکھتا ہے، ہوس پرست انسانوں کی حریص نگاہوں سے بچاتا ہے، عورت کی عزت و عفت کو تقدس و پارسائی عطا کرتا ہے، بدنگاہی سے بچانے کے لیے دیوار آہنی ثابت ہوتا ہے اور یقیناً پرده عورت کے حسن کو مزید نکھار بخشتا ہے۔ اسلام نے عورت کے حکم و قوانین معین فرمائے ہیں ان میں سے حجاب یعنی پرداے کا حکم نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ قدرت کے تمام احکامات کے پیچھے حکمت کا رفرما ہے اور اسی میں دراصل انسان کی بھلائی پوشیدہ ہے۔ اگر انسان خود سمجھنا چاہے تو احکامات پرده بھی بہت سی حکمتیں سے بھر پور ہیں۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”يَأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَاَرْجُوا جَنَّكَ وَنِسَاءُ الْمُؤْمِنِينَ يَدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ



جَلَابِيْهِنَّ ذُلَكَ أَذْلَى أَن يُعْرَفَ فَلَا يُؤْذَنَ۔“ (الاحزاب: ٥٩)

”اے نبی ﷺ! اپنی بیویوں اور صاحب زادیوں اور مسلمان عورتوں سے فرمادیجھے کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہوتو ستائی نہ جائیں۔“ حضرت مولانا شبیر احمد عنانی قدس سرہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: ”یعنی بدن ڈھانپنے کے ساتھ چادر کا کچھ حصہ سر سے نیچے چہرہ پر بھی لٹکایں۔ روایات میں ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر مسلمان عورتیں بدن اور چہرہ چھپا کر اس طرح نکلتی تھیں کہ صرف ایک آنکھ دیکھنے کے لیے کھلی رہتی تھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ فتنہ کے وقت آزاد عورت کو چہرہ بھی چھپا لینا چاہیے۔“

سورہ نور میں فرمان الہی ہے:

”اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور پاک دامنی کی حفاظت کریں اور اپنی خوب صورتی ظاہرنہ کریں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور دو پٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں اور اپنا سنگھار ظاہرنہ کریں مگر اپنے شوہروں کے لیے۔“ (سورہ نور، آیت نمبر: 31)

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

”الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَإِذَا حَرَجَتْ اسْتَشْرِفْهَا الشَّيْطَانُ۔“

(مشکوٰۃ: ۲۶۹، ط: قدیمی)

”عورت سراپا ستر ہے، جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک جھاٹک کرتا ہے۔“

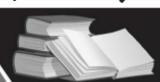
اگر اچانک کسی ناخرم عورت پر نظر پڑ جائے تو اُسے فوراً ہٹالے اور دوبارہ قصد ادا دیکھنے کی کوشش نہ کرے، کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:

”يَا عَلِيٌّ! لَا تُشَعِّي النَّظَرَةَ فَإِنَّ لَكَ الْأُولَى وَلَيْسَ لَكَ الْآخِرَةُ۔“

(مشکوٰۃ: ۲۶۹)

”اے علی! اچانک نظر کے بعد دوبارہ نظر مت کرو، پہلی تو بے اختیار ہونے کی بنا پر معاف ہے، مگر دوسرا کی گناہ ہوگا۔“

عورت گھر کی زینت ہے اور عربی زبان میں لفظ عورت کا مطلب ہی چھپا کر رکھنے کے ہیں اور انسانی فطرت ہے کہ وہ اپنی قیمتی متعہ کو چھپا کر رکھتا ہے نہ کہ اس کی نمائش کرتا ہے۔ اسلام عورت کے بنے

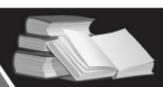


سنور نے یا فیشن کرنے پر قدغن نہیں لگاتا، بلکہ پر دے اور حدود میں یہ سب کچھ کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ زیب وزینت کی جائے مگر حجاب کا خیال رکھا جائے، نامحربوں کے سامنے اس کی نمائش سے پرہیز کیا جائے، تاکہ معاشرے کے دیگر افراد کو گناہوں اور گم را ہی سے بچایا جائے۔ شرم و حیا ہی تو دراصل عورت کا حقیقی زیور ہے، افسوس کہ ہم اسلام کی تعلیمات کو بھلا کچے ہیں اسی وجہ سے تو ذلت و رسائی کی طرف چلتے جا رہے ہیں۔ جو عورت آزادی کے نام پر بلا ضرورت گھروں سے باہر نکلتی ہے اور بے پر دگی کا مظاہرہ کرتی ہے اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام نے عورتوں کی حرمت و ناموس کی حفاظت و صیانت کے لیے انھیں گھروں میں رہنے اور پر دے کے اہتمام کا حکم دیا ہے۔

اللہ کریم فرماتا ہے: ”اور اپنے گھروں میں ظہری رہو اور زمانہ جاہلیت کی عورتوں کی طرح اپنی خوبصورتی نہ دکھاتی پھر وہ“ (سورہ احزاب، آیت نمبر: 33)

اسلام نے ضرورت کے موقع پر عورت کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت بھی دی ہے، لیکن اس طرح کہ وہ پر دہ کے آداب و شرائط کو ملحوظ خاطر رکھ کر بقدر ضرورت باہر نکلے اور اپنے آپ کو ہوس ناک نگاہوں کا نشانہ بننے سے بچائے۔

پر دہ و حجاب اسلامی معاشرے کے متنازعہ امور نہیں بلکہ ان کے لئے الہامی احکامات بہت واضح ہیں ان احکامات میں حکمت بھی واضح کر دی گئی ہے کہ ”پر دے کا حکم اس لئے ہے تاکہ یہ خواتین بحثیت حیادار پہچان لی جائیں اور ستائی نہ جائیں۔ یہاں رب کائنات خود حجاب کو مسلم عورت کی پہچان قرار دیتا ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ حجاب جو عورت کی پہچان ہے اسے چھیننے کی کیوں کوششیں ہو رہی ہیں؟ صرف اس لئے کہ حجاب و پر دہ محض شعار ہی نہیں بلکہ ایک نظام اخلاق ہے جو معاشرے میں حیا کی آبیاری کرتا ہے اور عفت کے چلن کو عام کرتا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ اسلامی تہذیب کا آغاز ہی شرم و حیا سے ہوا، جب آدم اور حوا علیہما السلام نے خود کو درختوں کے پتوں سے چھپا کر بے لباسی سے بچنا چاہا۔ یہی معراج آدمیت اور عروج انسانیت ہے اور بے حیائی شیطان کے واروں میں سے ایک وار ہے۔ پر دہ اور حجاب جہاں ایک طرف فخش و عریاں تہذیب و ثقافت کو ملیا میٹ کرنے کا نام ہے تو دوسری طرف پر دہ کرنے والی عورت ملٹی نیشنل کمپنیوں کی کامسیٹ کی مد میں کی گئی اربوں ڈالر کی سرمایہ کاری کو لات مارتی ہے، اس لیے یہود و نصاریٰ کو پر دہ اور حجاب سے چڑھتے ہیں۔



حجاب سے متعلق یہ غلط فہمی بھی دور ہونی چاہئے کہ اسلام عورتوں کی سرگرمیوں کو محدود کرنا چاہتا ہے۔ رب کائنات نے صلاحیتوں کے لحاظ سے مرد و عورت میں کوئی تخصیص نہیں رکھی۔ البتہ اسلام، ترقی کی آڑ میں صالح و پاکیزہ تمدن کے اصولوں پر سمجھوتہ نہیں کر سکتا۔ وہ مردوزن کے اختلاط، مخلوط سرگرمیوں کا مخالف ہے۔ اسلام ایسے تمدن کا خواہاں ہے جہاں ہر بری اور فحش زگاہ سے عورت حفظ ہو۔ انہیں تحفظ اور مضبوط حصار حاصل ہو۔ اس پاکیزہ تمدن کے اظہار کا اہم ذریعہ حجاب ہے جو عورت کو قیمتی ہونے کا احساس دلاتا ہے۔ طرف تماشا دیکھیے کہ جو معاشرے تیراکی کے مختصر لباس (bikini) کو انتہا پسندی اور اپنے کلچر کے لیے خطرہ نہیں سمجھتے، وہ ایک مختصر سے کپڑے سے سرڈھانپنے کو انتہا پسندی گردانے ہیں۔ اگر مختصر ترین اسکرٹ اور بلاوز کسی عورت کا انسانی حق ہو سکتا ہے تو حجاب بھی انسانی حق ہے۔ لیکن حجاب کو مغرب میں ایسا ظلم قرار دیا جاتا ہے، جو گویا کہ مردوں کی طرف سے عورتوں پر مسلط کیا گیا ہو۔ پھر حجاب کو بنیاد پرستی سے جوڑ کر عورتوں پر تعلیمی اداروں اور ملازمتوں کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور اگر وہ شدید اصرار کریں تو ان کو جیل تک بھج دیا جاتا ہے۔

ایک اور ظلم یہ کہ آزادی افکار کا راگ الائپنے والے معاشرے مسلمانوں کو حجاب کے حوالے سے اپنا موقف پیش کرنے کی اجازت بھی نہیں دیتے۔ جب بھی حجاب کی وجہ سے مسلمانوں سے امتیازی سلوک کی شکایت کی جاتی ہے، تو جواب میں ایک ایسا پروپیگنڈا شروع کر دیا جاتا ہے کہ جس میں دنیا کے سارے جرائم اور تشدد کو مسلمانوں سے جوڑ دیا جاتا ہے۔ خود کو انسانی حقوق کا چیمپئن گردانے والے یہ مغربی انتہا پسند، مسلمان عورت کو گز بھر کپڑا سر پر رکھنے کی اجازت دینے کو تیار نہیں، جب کہ حجاب صرف عورتوں ہی کی ضرورت نہیں بلکہ معاشرے کو بھی پاکیزہ بناتا ہے۔ جس طرح عربی اور فاشی کے معاشرے پر اثرات ہوتے ہیں اس طرح حجاب کے بھی معاشرے پر گھرے ثابت اثرات ہوتے ہیں۔ لیکن چاہے حجاب ہو یا داڑھی، ان کو بلا جواز متنازعہ بنانا کران پر پابندیاں لگائی اور طعن و تشنج کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ تعلیمی اداروں میں باحجاب طالبات کی تفصیک کی جاتی ہے اور ان کے اسکاراف اتروائے جاتے ہیں۔ مغربی ممالک میں رہنے والے مسلمان ان متعصب رویوں اور امتیازی قوانین کی وجہ سے بہت سے مسائل سے دوچار ہیں۔

یورپی ممالک کے بعذاب انڈیا میں بھی حجاب اور پردے پر پابندی کا سلسہ شروع ہو گیا ہے، بھارتی ریاست کرناٹک کے تعلیمی اداروں میں حجاب پر پابندی عائد کر دی گئی ہے جس سے فضائیں کشیدگی بڑھتی جا



رہی ہے۔ شدت پسند تنظیموں کی شہ پر کالج انتظامیہ لگاتار طالبات کو مجبور کر رہی ہے کہ وہ حجاب اتار کر کالج میں داخل ہوں۔ ہزاروں لڑکیوں کو حجاب پہننے کے سب سکول اور کالج کے دروازوں سے واپس لوٹا دیا گیا۔ مسلمان طالبات کے حجاب پر پابندی کے حوالے سے احتجاج اور تنازع ملک بھر میں پھیل چکا ہے۔ سلام ہے انڈیا کی مسلم بہنوں اور بیٹیوں کو جنہوں نے کالج اور یونیورسٹی کو خیر باد کہنا تو گوارا کر لیا لیکن حجاب نہیں اتارا۔ مہاتما گاندھی کالج میں کامرس کی طالبہ مسکان خان بنت محمد حسین خان کی جرأت و ہمت دنیا بھر کی مسلم خواتین کے لیے مشعل را ہے جس نے شرپسندوں کے جھنڈ میں بہت ہی بہادری اور جرأت مندی کا مظاہرہ کیا اور نفرت پھیلانے والوں کے منه پر زور دار طمانچہ مارا ہے۔ ہم اس باہمیت اور نذر طالبہ کی جرأت و بہادری پر اسے خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور اس کے والدین کو اچھی تربیت کرنے پر مبارک باد دیتے ہیں۔

دنیا بھر کی مسلم خواتین پرده اور حجاب کے معاملے میں جمن مشکلات کا سامنا کر رہی ہیں اور اپنے پردے کے تحفظ کے لئے جو جنگ لڑ رہی ہیں دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں اس میں کامیابی عطا فرمائے۔ غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے میں کس قدر دشواریاں ہیں، ہم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ ہم جو آزاد فضاؤں میں سانس لے رہے ہیں ہمیں ہر قسمی مذہبی آزادی حاصل ہے ہمیں اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے احکام الہی کی سختی سے پابندی کرنی چاہئے ہماری خواتین کو بھی چاہئے کہ اپنے پردے اور حجاب کی حفاظت کریں آپ عام عورتوں کی طرح نہیں ہیں آپ اسلام کی شہزادیاں ہیں، آپ کا رول ماذل خدیجہ، فاطمہ، عائشہ و حفصہ ہونی چاہیں ناکہ بد بودار تہذیب و ثقافت کی علمبردار لبرل خواتین۔ اپنے بہترین خاندانی نظام اور اقدار کی حفاظت و قدردانی کریں اور اپنی نسلوں کی تربیت قرآن و سنت کی روشنی میں کریں تاکہ حیا کا لکھر پروان چڑھے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو آمین

والسلام

عبداللود و دربانی

مدیر مسؤول



اللہ کی محبت اطاعت رسول کے ذریعے ہی ممکن ہے

مولانا عاشق الہی بلند شہری (رحمۃ اللہ علیہ)

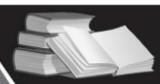
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُجْحِدُونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يَخْبِئُكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرُ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ
رَّحِيمٌ ۝ قُلْ أَطِيعُو اللَّهَ وَالرَّسُولَ إِنَّ تَوْلِيَ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكُفَّارِ ۝

ترجمہ:

آپ فرمادیجیے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمادے گا۔ اور اللہ غفور ہے رحیم ہے، آپ فرمادیجیے کہ اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی، سو اگر وہ اعراض کریں تو بلاشبہ اللہ دوست نہیں رکھتا کافروں کو۔ (سورہ آل عمران، آیت نمبر 31، 32) تفسیر:

اگر اللہ سے محبت ہے تو رسول اللہ کا اتباع کرو۔ ان دونوں آیتوں میں رسول اللہ ﷺ کے اتباع اور اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، اطاعت فرمانبرداری اور حکم ماننے کو کہتے ہیں اور اتباع اپنے مقتدا کے پیچھے چلنے اور اس کی راہ اختیار کرنے کو کہتے ہیں۔ جتنی بھی مذہبی قویں ہیں وہ اللہ کو مانتی ہیں (اگرچہ ماننے کے طریقے مختلف ہیں) اور انہیں یہ بھی دعویٰ ہے کہ ہم اللہ سے محبت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیاء ﷺ سے اپنی کتاب میں یہ اعلان کروادیا کہ محبت صرف دعویٰ کرنے کی چیز نہیں اس کا ایک معیار ہے اور وہ محبت معتبر ہے جو محبوب کی مرضی کے مطابق ہو اس محبت کا معیار جو اللہ کے نزدیک معتبر ہے وہ یہ ہے کہ محمد ﷺ کا اتباع کیا جائے آپ نے جو کچھ بتایا ہے اور جو کچھ کر کے دکھایا اسے اختیار کریں اور اسے عمل میں لائیں، اگر کوئی شخص ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ کو بھی اس سے محبت ہو گی۔ اور یہ محبت دنیا اور آخرت میں خیر و خوبی کا ذریعہ بننے گی۔ اتباع کے ساتھ اطاعت کا بھی حکم دیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، ان دونوں اطاعتوں



سے اعراض کرنے والے کو کافر قرار دیا اور فرمایا کہ اگر وہ اعراض کریں تو اللہ کا فروں کو دوست نہیں رکھتا، فرمانبرداری عقائد میں بھی ہے اور ارکان دین میں بھی، فرائض میں بھی اور واجبات میں بھی، عقائد اسلامیہ سے اعراض کرنا تو کفر ہے ہی۔ فرائض کی فرضیت کا انکار بھی کفر ہے، اگر کسی کے عقائد صحیح ہوں اور فرائض کی ادا بھی میں کوتا ہی کرتا ہو اور فرائض کو مانتا ہو تو ترک فرائض کی وجہ سے اس کا کفر اعتقادی نہیں بلکہ عملی ہو گا۔

محبت کے دعویداروں کو تنبیہ

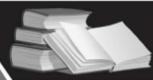
جو لوگ دین اسلام قبول نہیں کرتے اور اللہ سے محبت کرنے کے دعویدار ہیں ان کے لیے تو آیت شریفہ میں تنبیہ ہے ہی کہ جب تک محبوب رب العالمین خاتم النبیین ﷺ کی دعوت پر لبیک نہ کہو گے ان کی دعوت اور ان کا دین قبول نہ کرو گے اللہ سے محبت کرنے والوں میں اللہ کے نزدیک شمارہ ہو گے اور تمہاری محبت اور محبت کا دعویٰ سب ضائع ہے بیکار ہے اور اکارت ہے، ساتھ ہی ان مسلمانوں کو بھی تنبیہ ہے جو اللہ سے محبت کے بھی دعویدار ہیں اور نبی کریم ﷺ کی محبت کا بھی بڑھ چڑھ کر دعویٰ کرتے ہیں لیکن نبی اکرم ﷺ کے اتباع اور اطاعت سے دور ہیں کار و بار بھی حرام ہے۔ پھر بھی اللہ و رسول سے محبت ہے داڑھی منڈی ہوئی ہے پھر بھی محبت کا دعویٰ ہے۔ لباس نصرانیوں کا ہے پھر بھی مدعاں محبت ہیں ملکوں کو کافروں کے قوانین کے مطابق چلاتے ہیں پھر بھی محبت کرنے والے ہیں، یہ محبت نہیں محبت کا دھوکہ ہے اور جھوٹا دعویٰ ہے۔

منکرین حدیث کی تردید

سالہ ستر سال سے ایک گروہ ایسا نکلا ہے جو عمل بالقرآن کا مدعا ہے یہ لوگ اطاعت رسول اور اتباع رسول کو دین کا جزو نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے جو رسول کے ذریعہ آئی ہے اور رسول کی حیثیت ایک ڈاکیہ کی ہے کتاب کو ہم سمجھ لیں گے جیسے مکتوب الیہ اپنے نام کا خط خود پڑھ لیتا ہے رسول کو پنج میں ڈالنے اور اس کے سمجھانے اور تفسیر کرنے کی کیا ضرورت؟ العیاذ باللہ یہ لوگ ان تمام آیات کے منکر ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع اور اطاعت کا حکم دیا گیا ہے سورۃ خل میں فرمایا (وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الَّذِي كُرِّرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نَزَّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ) اور ہم نے آپ کی طرف ذکر کو نازل فرمایا تاکہ آپ لوگوں کے لیے بیان فرمائیں جو ان کی طرف نازل کیا گیا اور تاکہ لوگ فکر کریں۔ اور سورۃ نساء میں فرمایا (إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَعْلَمَ بَيْنَ النَّاسِ إِنَّمَا أَرْبَىكَ اللَّهُ) (بے شک ہم

نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی تاکہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلے کریں اس چیز کے ساتھ جو اللہ نے آپ کو سمجھایا) معلوم ہوا کہ کتاب اللہ کا بیان کرنا بھی رسول اللہ ﷺ کا کام ہے اس سے ہٹ کر جو سمجھنے کا ارادہ کرے گا وہ اللہ کی کتاب سے دور ہو گا، عامل بالقرآن نہیں ہو گا۔ بلکہ اپنے نفس کی ذاتی رائے پر چلنے والا ہو گا۔ سورۃ اعراف میں رسول اللہ ﷺ کی صفت بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ (يُحِلُّ لَهُمُ الظَّبِيلَتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْجَبَائِعَ) کہ وہ لوگوں کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں اور خبیث چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں، معلوم ہوا کہ تحریم و تحلیل کا کام بھی رسول اللہ ﷺ و سپرد کیے ہوئے کاموں میں سے ہے۔ حدیث کو چھوڑ کر عمل بالقرآن کے معنی درحقیقت نفس کی آزادی چاہتے ہیں اور اتباع رسول کے انکار کی لپیٹ میں انکار قرآن بھی مضمرا ہے اور یہ لوگ عمجمی سازش کا شکار ہیں اپنے عمجمی استادوں یعنی یورپ اور امریکہ کے یہود و نصاریٰ کے اشاروں سے گمراہی اور زندقة پھیلا رہے ہیں اگر قرآن کے ماننے والے ہوتے تو بکم قرآن رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور اتباع کو لازم قرار دیتے اور احادیث شریفہ پر عمل کرنے کی تلقین کرتے۔

قرآن کے بارے میں قرآن ہی کا بیان معتبر ہے قرآن نے تو یہیں فرمایا کہ میری حیثیت ایک ذاتی خط کی ہے قرآن نے تو اپنے بارے میں (هُدًى لِّلْنَاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ) فرمایا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ سارے انسانوں کی ہدایت کے لیے نازل ہوا۔ اور چونکہ عقل انسانی ہدایت پانے کے لیے ناکافی ہے اور اللہ جل شانہ نے رسول اللہ ﷺ کو مبین قرآن اور مفسر قرآن بنانے کا بھیجا اور آپ کے اتباع کا حکم دیا اس لیے آپ کی تشرییحات و تعلیمات کے مطابق عمل پیرا ہونا لازم ہے اگر کتاب اللہ کے معانی و مفہوم ہر شخص کی سمجھ کے مطابق تسلیم کر لیے جائیں تو ہر ہر آیت کے معانی سینکڑوں طرح کے تجویز کر دیئے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب عقائدی کے جھوٹے دعویداروں کا کھلونا بن کر رہ جائے گی۔ (اعاذنالله خرافاتہما) ان جاہلوں کو اپنے خیال میں قرآن سے عقیدت ہے لیکن قرآن کے نازل فرمانے والے کو اپنے اعتراضات کا نشانہ بنانے میں ذرا بھی باک محسوس نہیں کرتے وہ خالق و مالک ہے اسے سب کچھ اختیار ہے۔ اگر اس نے کتاب نازل فرمایا رسول اللہ ﷺ کے ذمہ اس کی تشریح و تفسیر عائد فرمادی اور بہت سے احکام آپ کی زبانی بیان کروادیتے تو اس سے ناگواری کیوں ہے؟



شب براءت - فضائل وسائل

حضرت مولانا فتحی الدین صاحب

أُسْتَاذُ الْحَدِيثِ جامِعَةِ دارِ التَّقْوَى لَاہور

ماہ شعبان کی فضیلت

یوں تو ہر دن ہر مہینہ ہر سال ہی محترم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا بنا یا ہوا ہے مگر کچھ دن اور مہینے ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے خاص فضیلت عطا کی ہے اُن میں سے ایک مہینہ شعبان امعظم کا بھی ہے اس مہینے کی احادیث مبارکہ میں بڑی فضیلت آئی ہے۔ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ تعالیٰ کا“، (مندرجہ ذیلی میں)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب رجب المرجب کا مہینہ شروع ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا فرماتے : یا اللہ رجب اور شعبان کے مہینے میں ہمارے لیے برکت فرم اور خیریت کے ساتھ ہم کو رمضان تک پہنچا، ”ابن عساکر۔ الْعَوَاتُ الْكَبِيرُ ص ۲۳۲۔ مُشْكُوٰۃ ص ۱۲۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ”جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ (شعبان میں) اتنے زیادہ روزے رکھتے کہ ہم کہتے کہ اب آپ افطار نہ کریں گے اور کبھی آپ افطار کیے جاتے (یعنی روزے ہی نہ رکھتے) یہاں تک کہ ہم کہتے کہ اب آپ روزے نہیں رکھیں گے۔ اور میں نے آپ کو کسی مہینہ میں شعبان کے مہینے سے زیادہ (نفعی) روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا، ”بخاری و مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۷۸)

اس حدیث کے پیش نظر کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے مہینے میں کثرت سے روزے کیوں رکھتے تھے؟ تو اس کی وجہ بھی حدیث میں موجود ہے، چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ آپ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو



شعبان میں زیادہ روزے رکھتے ہوئے دیکھتا ہوں اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ”شعبان ایسا مہینہ ہے جو رجب اور رمضان کے درمیان ہے لوگ اس کی فضیلت سے غافل ہیں، اس مہینہ میں اللہ رب العلمین کے حضور میں لوگوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں، میری آرزو یہ ہے کہ جب میرے اعمال پیش ہوں تو میرا شمار روزہ داروں میں ہو۔“ (نسائی ج ۱ ص ۲۵۱)

شبِ براءت کی فضیلت

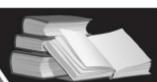
ماہ شعبان معظم میں ایک رات آتی ہے جو بڑی فضیلت والی رات ہے، اس رات کے کئی نام ہیں:
 (۱) لَيْلَةُ الْبَرَاءَةِ یعنی دوزخ سے بری ہونے کی رات (۲) لَيْلَةُ الصَّدَقَى یعنی دستاویز والی رات (۳) لَيْلَةُ الْمُبَارَكَةِ یعنی برکتوں والی رات۔ عرف عام میں اسے ”شبِ براءت“ کہتے ہیں۔ شب کے معنی فارسی زبان میں رات کے ہیں اور براءت عربی کا لفظ ہے جس کے معنی بری ہونے اور نجات پانے کے ہیں۔ یہ شعبان کی پندرہویں شب کو ہوتی ہے۔ احادیث مبارکہ میں اس شب کی بڑی فضیلت آتی ہے، ایک حدیث میں آتا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب کو آسمان دُنیا پر نزول فرماتے ہیں اور قبیلہ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ گنہگاروں کی بخشش فرماتے ہیں۔“ (ترمذی ج ۱ ص ۱۵۶ و ابن ماجہ ص ۱۰۰)

کہتے ہیں کہ عرب میں اس قبیلہ کے پاس تقریباً میں ہزار بکر یاں تھیں، اندازہ فرمائیے کہ میں ہزار بکریوں کے کتنے بال ہوں گے؟ اُن کا شمار کرنا بھی انسان کے بس کی بات نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اس رات میں اتنے لوگ دوزخ سے بری کیے جاتے ہیں جن کو شمار نہیں کیا جاسکتا۔

ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ ”جب شعبان کی پندرہویں شب آتی ہے تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ایک اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے کہ کیا کوئی بخشش کا طلبگار ہے کہ میں اُس کو بخش دُوں، کیا کوئی رزق مانگنے والا ہے کہ میں اُسے رزق دُوں، کیا کوئی مصیبت زدہ ہے کہ میں اُسے (تکلیف) سے نجات دُوں، کیا کوئی ایسا ہے کیا کوئی ایسا ہے؟ غرض تمام رات اسی طرح دربارہ تا ہے اور عام بخشش کی بارش ہوتی رہتی ہے حتیٰ کہ فجر ہو جاتی ہے (اور دربار برخاست ہو جاتا ہے)۔“ (فضائل الاوقات ص ۱۲۵ شعب الایمان ج ۳ ص ۳۸۳)

شبِ براءت میں کیا ہوتا ہے؟

حضور اَنَور صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَاٰلَهُ وَسَلَّمَ اُمُّ الْمُؤْمِنِينَ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں :



”تمہیں معلوم ہے شعبان کی اس (پندرہویں) شب میں کیا ہوتا ہے؟ انہوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس رات میں یہ ہوتا ہے کہ اس سال میں جتنے پیدا ہوئے ہیں وہ سب لکھ دیے جاتے ہیں اور جتنے اس سال مرنے والے ہیں وہ سب بھی اس رات میں لکھ دیے جاتے ہیں اور اس رات میں سب بندوں کے اعمال (سارے سال کے) اٹھائے جاتے ہیں اور اسی رات میں لوگوں کی (مقررہ) روزی اُترتی ہے۔“ (الدعوات الکبیر ج ۲ ص ۱۳۶۔ مشکوٰۃ ج اص ۱۱۵)

ایک اعتراض اور اس کا جواب

یہاں ایک اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ روزی وغیرہ تو پہلے سے لوح محفوظ میں لکھی جا چکی ہے پھر اس کا کیامطلب کہ اس شب میں انسان کو ملنے والی روزی لکھ دی جاتی ہے؟ اس اعتراض کا جواب علماء نے یہ دیا ہے کہ اس شب مذکورہ کاموں کی فہرست لوح محفوظ سے علیحدہ کر کے اُن فرشتوں کے سُپر کردی جاتی ہے جن کے ذمہ یہ کام ہیں۔ لاغرض اس رات میں پورے سال کا حال قائمبند ہوتا ہے، رزق، یہاری، نیگی، راحت و آرام، دُکھ، تکلیف حتیٰ کہ ہر وہ شخص جو اس سال پیدا ہونے یا مرنے والا ہو اس کا وقت بھی اسی شب میں لکھا جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس مہینے کی پندرہویں شب میں ملک الموت (عزراًیل علیہ السلام) کو ایک رجسٹر دیا جاتا ہے اور حکم دیا جاتا ہے کہ پورے سال میں مرنے والوں کے نام اس رجسٹر سے نقل کرو۔ کوئی آدمی کھتی باڑی کرتا ہے، کوئی نکاح کرتا ہے، کوئی کوٹھی اور بلڈنگ بنوانے میں مشغول ہے مگر اس کو یہ بھی معلوم نہیں کہ میرا نام مردوں کی فہرست میں لکھا جا چکا ہے۔ (اطائف المعارف ص ۱۲۸۔ مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۱۷)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پندرہویں شب میں معمول

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ علیہا بیان فرماتی ہیں کہ: ایک رات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے اور لباس تبدیل فرمانے لے لیکن پورا لباس اُتارا نہ تھا کہ پھر کھڑے ہو گئے اور لباس زیب تن فرمایا۔ اس پر مجھے سخت رشک آیا اور گمان ہوا کہ آپ میری کسی سوکن کے یہاں جا رہے ہیں، آپ کی روائی کے بعد میں بھی پیچھے پیچھے چلی، یہاں تک کہ میں نے آپ کو ”یقیع غرقد“ (جنت البقع) میں اس حالت میں دیکھا کہ آپ مسلمان مردوؤن اور شہداء کے لیے مغفرت طلب فرمائے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں نے دل میں

کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ اللہ کے کام میں مشغول ہوں اور میں دُنیاوی کام میں لگی ہوئی ہوں، اس کے بعد میں لوٹ کر اپنے حجرہ میں آئی، میں لمبی لمبی سانس لے رہی تھی کہ اتنے میں آپ ﷺ نے کہا میرے ماں باپ تشریف فرمائے اور فرمایا عائشہ کی بات ہے سانس کیوں گھول رہا ہے؟ میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ تشریف لا کر لباس تبدیل فرمانے لگے، ابھی لباس اُتارنے بھی نہ پائے تھے کہ دوبارہ لباس زیب تن کیا، اس پر مجھے رشک آیا اور خیال ہوا کہ آپ کسی اور زوجہ کے گھر تشریف لے جا رہے ہیں تا آنکہ میں نے آپ کو قبرستان میں دُعا میں مشغول دیکھا۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا اے عائشہ! کیا تمہیں یہ خوف ہے کہ اللہ اور اُس کا رسول تم پر کوئی ظلم و زیادتی کرے گا؟

واقعہ یہ ہے کہ جبریل ﷺ میرے پاس آئے انہوں نے کہا کہ آج شعبان کی پندرہویں شب ہے جس میں قبلۃ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد کے برابر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مغفرت فرماتے ہیں اور مشرک، کینہور، قطع تعقیل کرنے والے، بدسلوک، غرور سے زمین پر لباس گھسیٹ کر چلنے والے، والدین کے نافرمان اور عادی شراب خور کی طرف اس شب نظر کرم نہیں فرماتے، اس کے بعد آپ نے لباس اُتارا اور فرمایا اے عائشہ شب بیداری کی اجازت ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں میرے ماں باپ آپ پر قربان بصد شوق، چنانچہ آپ کھڑے ہو گئے اور عبادت کرنے لگے، دوران نماز ایک بڑا مسجدہ کیا جس پر مجھے آپ کی قبضِ روح کا گمان ہوا، میں اٹھ کر آپ کو دیکھنے جانے لگی، میں نے آپ کے تلووں کو ہاتھ لگایا تو ان میں حرکت تھی، اس پر مجھے خوشی ہوئی، میں نے آپ کو سجدہ میں یہ دُعا کرتے سننا۔

أَعُوذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عَقَابِكَ وَأَعُوذُ بِرِضاِكَ مِنْ سَخْطِكَ وَأَعُوذُ بِكَ

مِنْكَ جَلَّ وَجْهُكَ لَا أَحْصِنَّا إِلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ۔

صح کو میں نے آپ سے ان دُعاؤں کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان دُعاؤں کو یاد کرلو اور دُوسروں کو بھی ان کی تعلیم دو کیونکہ جبریل علیہ السلام نے مجھے یہ دُعا میں سکھائیں اور کہا کہ سجدہ میں یہ مکر پڑھی جائیں۔“ (ماشیت بالسنة ص ۱۷۳)

شبِ براءت میں کن لوگوں کی بخشش نہیں ہوتی

بہت سی حدیثوں میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ کچھ بد نصیب لوگ ایسے ہیں کہ اس برکت والی رات

میں بھی رحمتِ خداوندی سے محروم رہتے ہیں اور ان پر نظرِ عنایت نہیں ہوتی۔ ذیل میں ایسے بد قسمت لوگوں کی فہرست پیش کی جاتی ہے تاکہ لوگوں کو عبرت حاصل ہو۔

(۱) مُشرک (۲) جاڑوگر (۳) کاہن و نجومی (۴) بعض اور کینہ رکھنے والا (۵) جلا (۶) ظلم سے ٹیکس وصول کرنے والا (۷) باجا بجانے والا اور ان میں مصروف رہنے والا (۸) جووا کھیلنے والا (۹) ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا (۱۰) زانی مردو گورت (۱۱) والدین کا نافرمان (۱۲) شراب پینے والا اور اُس کا عادی (۱۳) رشتہ داروں اور مسلمان بھائی سے ناقص قطع تعلقی کرنے والا۔

یہ وہ بد قسمت لوگ ہیں جن کی اس بابرکت رات میں بھی بخشش نہیں ہوتی اور رحمتِ خداوندی سے محروم رہتے ہیں۔ اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ اپنے گریبان میں ممنہ ڈالے اور غور و فکر کرے کہ کہیں ان عیوب میں سے میرے اندر تو کوئی عیب اور براہی نہیں، اگر ہو تو اُس سے توبہ کرے اور حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرے، یہ خیال نہ کرے کہ میرے اتنے اور ایسے گناہ کیسے معاف ہوں گے، یہ شیطانی خیال ہے۔

پندرہویں شعبان کے روزہ کا حکم

آنحضرت ﷺ شعبان میں کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے، خاص طور پر پندرہویں شب کے روزے کے متعلق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کا ارشاد منقول ہے کہ ”جب شعبان کی پندرہویں شب آئے تو رات کو قیام کرو (یعنی نمازیں پڑھو) اور (اگلے) دن کا روزہ رکھو“، (ابن ماجہ)

شب براءت میں ہمیں کیا کرنا چاہیے اور کن کاموں سے بچنا چاہیے

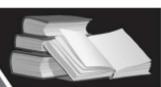
(۱) اس رات میں قیام کرنا یعنی نوافل پڑھنا مستحب ہے۔

(۲) قبرستان جانا اور مسلمان مردو گان کے لیے ایصالِ ثواب کرنا مستحب ہے۔

(۳) اگلے دن کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔

اس شب میں صلوٰۃ لتسیح پڑھیں، تہجد پڑھیں اور اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ عشاء اور فجر کی نماز ضرور جماعت کے ساتھ ادا کریں، ایسا نہ ہو کہ نفلوں میں تو لگے رہیں اور فراکض چھوٹ جائیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اکیلے قبرستان گئے تھے اس لیے اکیلے جائیں اور صرف مرد جائیں عورتیں



نہ جائیں، عورتوں کا قبرستان جانا جائز نہیں۔
بہتر ہے کہ شعبان کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تینوں دن کے روزے رکھ لیے جائیں انہیں ”ایامِ ہیض“ کہتے ہیں اور ان دنوں میں روزہ رکھنے کا بہت ثواب ہے۔

اس شب میں آتش بازی ہرگز نہ کی جائے اس کا سخت گناہ ہے اور یہ ہندوؤں کا کام ہے نہ کہ مسلمانوں کا، چراگاں نہ کیا جائے کیونکہ اول تو یہ شریعت سے ثابت نہیں ڈوسرے اس میں اسراف ہے۔ بہت سے لوگ اس شب میں بجائے عبادت کے حلوے مانڈے میں مصروف ہو جاتے ہیں، شریعت سے اس شب میں حلوہ وغیرہ پکانے کا کوئی ثبوت نہیں۔ بہت سے لوگ مسجد میں اکٹھے ہو کر شور و غوغہ کرتے ہیں اس سے بچا جائے اس کا سخت گناہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ فلی عبادت خُفیہ کی جائے کہ ڈوسرے کو پتہ نہ چلے آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ اس شب میں اس طرح مسجد میں اکٹھے نہیں ہوتے تھے سب اپنے گھروں میں ہی عبادت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو تصحیحہ اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمين۔



ماہنامہ دارالتحقیقی میں اشتہار

تعاون بھی، تشویش بھی

ماہنامہ دارالتحقیقی پاکستان کا معروف دینی رسالہ ہے جو کہ گزشتہ 14 سال سے مسلسل شائع ہو رہا ہے اور ملک و بیرون ملک میں اپنے قارئین کا ایک وسیع حلقو رکھتا ہے۔
ماہنامہ دارالتحقیقی میں اشتہار دینا آپ کی تشویش کا بہترین ذریعہ ہونے کے ساتھ ساتھ خیر کے اس عظیم سلسلے کے ساتھ دینی تعاون بھی ہے۔

مزید تفصیلات جاننے کے لئے ہمارے اس نمبر پر رابطہ فرمائیں

03044167581



کاروباری اخلاقیات اور شرعی تعلیمات

مفتی ارشاد احمد اعجاز

مغربی نظام حیات میں جب مذہب کا عمل دخل بالکل ختم کیا گیا تو اس کے نتیجے میں اخلاقیات (Ethics) کی بنیادیں بھی ہل گئیں، کیونکہ اخلاقیات کا جو تصور دین میں ہوتا ہے، وہ محض عقل کی بنیاد پر بنے ہوئے نظام میں نہیں ہوتا اس وقت بھی اگر ہم مسلمانوں میں اخلاقی معیار گرنے کے اسباب کا جائزہ لیں تو اس کا بنیادی سبب اللہ تعالیٰ کے آگے جواب دہی کا تصور کمزور پڑنا ہے اس وقت ہر شخص کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے زیرِ کفالت لوگوں میں تصور آخرت کو بیدار کرے، تاکہ مسلمانوں کا معیار اخلاقیات بلند تر ہو۔

کاروباری اخلاقیات یا ”بزنس آٹھکس“ کا تصور آج کے معاشری نظام کا ایک ناگزیر حصہ بن چکا ہے۔ دنیا میں کاروبار اور انتظامی امور کی تعلیم دینے والے اداروں (Business and Management Institutions) نے اس کو باقاعدہ نصاب میں شامل کر کے اس مضمون کو کافی وسعت دی ہے۔ نیز معاشری سرگرمیوں (Economic activities) کے ساتھ ساتھ معاشرتی سرگرمیوں (Social Activities) کے بہت سے پہلوؤں کو اس میں داخل کر دیا ہے۔ ان تمام تر کوششوں کا مقصد بظاہر ایسا متوازن نظام کو قائم کرنا نظر آتا ہے جو بنی نوع انسان کے لیے زیادہ مفید ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ایسی کوششیں اچھی ہیں اور ان کے مقاصد بھی پسندیدہ ہیں، لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ اس بات کو جاننے کی کوشش کی جائے کہ وہ کیا اسباب ہیں جن کی وجہ سے آج دنیا کو کاروباری اخلاقیات کا تصور اش شدت کے ساتھ اپنانا پڑا کہ اب بڑی کمپنیاں کسی نہ کسی قسم کی معاشرتی خدمت کو اپنی کاروباری ذمہ داری



بھجتی ہیں اور ”کاروباری معاشرتی ذمہ داریوں“ (Corporate social responsibility) کے عنوان کے تحت اس کو بڑے فخر سے اپنی سالانہ پورٹوں کا حصہ بنانے کا شائع کرتی ہیں۔

دنیا میں جب سے مذہب کو معاشری اور معاشرتی معاملات سے دور کرنے کا رجحان شروع ہوا، جیسا کہ ہمیں بطور خاص مغربی دنیا میں یہ نظر آتا ہے، اور مذہبی تعلیمات (Religious teachings) کو بالکل پس پشت ڈالنا اور ان کو انسان کی خوبی زندگی (Private) تک محدود کرنا رواج بن گیا تو اس طرز عمل کا ایک بہت بڑا نقصان یہ سامنے آیا کہ معاشرے (Society) کو ایسے ماغزِ حکمت (Source of wisdom) سے محروم ہونا پڑا جو معاشرے کی فکری بنیاد (Ideological base of society) کو بناتا ہے اور معاشرے کو چند ایسے مضبوط نظریے اور رہنمای اصول (Absolute ideologies and rules) دیتا ہے جو اس کے لیے مشعل راہ بنے رہتے ہیں اور ان اصولوں کو معاشرہ مقدس درجہ (Sacred status) دیتا ہے اور ان کو قطعیت (Definitiveness) کا ایک درجہ حاصل ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے ان کو محض عقل کی بنیاد پر نہ تور دیکھا جاتا اور نہ ہی اس میں کوئی تبدیلی کی جاتی ہے۔

یہ رہنمای اصول پرے معاشرے میں قبولیت عامہ (General acceptability) کی خصوصیت رکھتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کی بنیاد پر لایا جانے والا کوئی بھی نظام آسانی سے قابل قبول اور قابل عمل ہوتا ہے۔

اسلام میں اخلاقیات کا بڑا واضح تصور موجود ہے اور مسلمان معاشرہ میں (Muslim Society) فرائض اور واجبات (Duties) کے ساتھ اخلاقیات کی بنیاد اسلام کے تصور احسان سے ماؤ خود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن کریم میں ارشاد ہے: ”ان الله يأمر بالعدل والاحسان“ بے شک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے عدل و احسان کا۔ اس آیت کریمہ میں اسلام کے اخلاقیات کے فلسفے کی بنیاد بیان ہوئی ہے۔

وہ یہ کہ انسان اللہ تعالیٰ کے احکامات کے تحت عدل کا پابند ہے اور عدل کا مطلب ہے کہ معاملات کو کم اکم اتنے درجے پر انجام دینا، جس سے کم کرنے کی شرعاً گنجائش نہ ہو۔

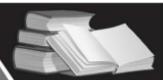
مثال: کسی شخص کے ساتھ دوسرے نے بدسلوکی کی ہو تو قرآن اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ جس کے



ساتھ بدسلوکی کی گئی ہو وہ دوسرے سے اتنا بدلہ لے جتنی اس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے، اس سے زیادہ بدلہ لینے کی اس کو اجازت نہیں ہے، تو ظلم کا بدلہ لینے کی اجازت عدل ہے۔ تو عدل کا تصور یہ ہے کہ کسی بھی معاملے میں شریعت کی طرف سے متعین کیے گئے دائرہ کار میں رہتے ہوئے کام کا انجام دینا، خواہ وہ کام مالی معاملات میں سے ہو، سماجی معاملات میں سے ہو یا عبادات میں سے ہو۔

عدل سے ایک درجہ آگے ”احسان“ کا تصور ہے۔ احسان کے بارے میں ایک بات یہ ذہن نشین رکھنی ضروری ہے کہ اردو میں لفظ احسان جن معنوں میں بولا جاتا ہے، وہ شریعت کی اصطلاح میں بولے جانے والے لفظ احسان کا صرف ایک پہلو ہے۔ روزمرہ کی بول چال میں احسان اس غیر معمولی اخلاق یا مالی معاونت کو کہا جاتا ہے جو ایک شخص دوسرے کے ساتھ کرتا ہے، جبکہ شرعی اصطلاح میں احسان کا مطلب ہے کہ کسی شخص کا اپنے اوپر عائد ذمہ داریوں میں سے بڑھ کر کسی کام کو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دینا۔ زکوٰۃ کی سالانہ مقدار سے بڑھ کر اللہ کی راہ میں خرچ کرنا، کسی کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف کو اللہ کے لیے معاف کر دینا، معاشی معاملات میں دوسروں کے حق کی ادائیگی کو اپنے حق لینے فو قیت دینا، اس طرح کے تمام معاملات احسان کے دائرے میں آتے ہیں۔

اسلام کا تصور اخلاقیات ”عدل و احسان“ دونوں کے تصور پر مشتمل ہے۔ اخلاقیات کا کم ازکم درجہ یہ ہے کہ انسان اپنے اوپر لازم ذمہ داریاں صحیح طرح انجام دے اور ان میں کوئی کسر نہ رہنے دے۔ یہ رو یہ عدل کے دائرہ کار میں آتا ہے اور اس کے مقابلے میں اپنی ذمہ داریوں سے بڑھ کر کوئی کام انجام دینا احسان کے دائرہ میں آتا ہے، چنانچہ فرائض کی تکمیل کے بعد اخلاقیات کا درجہ شروع ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص فرائض کو چھوڑ کر دوسری نیکیاں کرتا ہے تو اسلام کے تصور احسان کے تحت وہ اخلاقیات کی تکمیل صحیح طریقے سے نہیں کر رہا ہے۔ اسی تصور کے تحت اسلام معاشرے کے ہر فرد سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ فرائض یعنی ذمہ داریوں کو پہلی ترجیح دے اور حسن اخلاق کی بنیاد پر کیسے جانے والے دیگر کاموں کو ان کے بعد انجام دے، چنانچہ فرائض میں کوتا ہی کر کے اخلاقیات کو انجام دینے والے کاشمہ شریعت میں افراط و فریط کرنے والوں میں ہوتا ہے۔ یوں وہ لوگ جو اصل کام کو پورا نہ کریں اور وہ کام جوان پر لازم نہیں، اس کو بہت تن دی سے انجام دیں۔



مغربی نظام حیات میں جب مذہب کا عمل دخل بالکل ختم کیا گیا تو اس کے نتیجے میں اخلاقیات (Ethics) کی بنیادیں بھی بلکن، کیونکہ اخلاقیات کا جو تصور دین میں ہوتا ہے، وہ محض عقل کی بنیاد پر بنے ہوئے نظام میں نہیں ہوتا۔

اس وجہ سے ان کے ہاں راجح وقت قانون پر عمل کرنا ہی ضروری سمجھا گیا۔ اس کے مقابلے میں دین میں احسان کا تصور انسان کو ہر معاملے میں خوش اسلوبی اور عمدگی کی تعلیم دیتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جن کا تصور آخرت یعنی آخرت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں جواب دہی کا تصور انسان کو راہ راست پر رکھنے میں جتنا معاون اور مددگار ہے اتنی مددکوئی اور چیز نہیں کرتی ہے۔

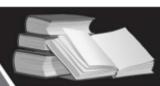
اس وقت بھی اگر ہم مسلمانوں میں اخلاقی معیار گرنے کے اسباب کا جائزہ لیں تو اس کا بنیادی سبب اللہ تعالیٰ کے آگے جواب دہی کا تصور کمزور پڑنا ہے۔ اس وقت ہر شخص کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے زیر کفالت لوگوں میں تصور آخرت کو بیدار کرے، تاکہ مسلمانوں کا معیارِ اخلاقیات بلند تر ہو اور اس مقام پر پہنچ سکے جس میں لوگ ایک دوسرے کے ساتھ کاروباری معاملات کرتے وقت دوسرے کے حق کی ادائیگی کی زیادہ فکر کریں۔



حفظ قرآن کے انعامات

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بنی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ کا فرمان منقول ہے کہ: ”جس شخص نے قرآن مجید کو حفظ (یاد) کیا اور اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانا، حق سماج نہ و تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے اور اس کے گھرانے میں دس آدمیوں کی شفاعت قبول فرمائیں گے جن پر جہنم واجب ہو چکی تھی۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مردی ہے کہ: ”جو لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر یعنی مسجد میں کتاب اللہ کی تلاوت اور باہم اس کے سیکھنے کے لیے جمع ہوتے ہیں تو ان پر خصوصی تسکین اترتی ہے، رحمت الہی انہیں ڈھانپ لیتی ہے، فرشتے انہیں گھیرے میں لے لیتے ہیں اور اللہ جل شانہ اپنے مقرب فرشتوں میں ان کا تذکرہ فرماتے ہیں۔“ (صحیح مسلم)



استقبال رمضان کا طریقہ

مفتی محمد راشد سکوی

رمضان المبارک کا اصل استقبال یہ ہے کہ اپنی مصروفیات کو کم سے کم کر لیا جائے اور اپنے آپ کو عبادت کے لیے فارغ کر لیا جائے۔ موجودہ وسائلی حالات میں جب کہ ہر طرف لاک ڈاؤن کے حالات ہیں، تو ہمیں اس وبا کی وجہ سے (جگری و اضطراری طور پر ہی سہی) ملنے والے فرصت کے لمحات کو غیمت سمجھنا چاہیے کہ آج تک رمضان المبارک میں اللہ کے ساتھ لوگانے کی شاید اتنی فرصت نہل پائی ہو، جتنی اس بار حاصل ہے، چنانچہ ہم فرصت کے ان لمحات کو رمضان المبارک کے قیمتی بنانے میں اس طرح استعمال کریں کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائیں اور ہمیں اپنے مہمان خانے جنت الفردوس میں یقینی داخل کرنے کا فیصلہ فرمائیں۔ اور ہمارا یہ ماہ مبارک اچھے سے اچھا بن جائے اس کے لیے چند باتوں کی خصوصی طور پر رعایت کرنا ہو گی جو ذیل میں ذکر کی جا رہی ہیں:

اس مہینہ میں روزہ کے مقصد اصلی "تفویٰ" اختیار کرنے کا پاک عزم کیا جائے، اور ابھی سے اپنے تمام گناہوں سے سچے دل سے توبہ واستغفار کیا جائے۔ اور یہ عہد کیا جائے کہ یہ پورا مہینہ بالخصوص اور اس کے بعد کی جتنی بھی زندگی باقی ہے بالعموم گناہوں سے بچتے ہوئے گزاروں گا۔

حلال رزق کے حصول کا اہتمام اس طریقے سے کیا جائے کہ ہماری کمائی میں حرام کا ایک پیسہ بھی شامل نہ ہونے پائے، یاد رکھیں کہ اگر ایسا نہ ہوا، یعنی دن بھر روزہ رکھ کر بھوک و پیاس کی مشقت کو برداشت کیا اور رات میں حرام مال سے افطار کیا تو اس نے احادیث مبارکہ کی روشنی میں اپنے روزے کے اجر کو بالکل ضائع کر دیا جناب نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایسے بندے کے بھوکا پیاسار ہنے کی اللہ کو

ماہنداز التقویٰ



کوئی ضرورت نہیں، لہذا بالخصوص اس ایک مہینے میں اور بالعموم سارا سال ہی حرام روزی سے ضرور بچنے کی ترتیب بنائی جائے، چنانچہ جن لوگوں کا ذریعہ آمد نی بالکل حرام ہے، جیسے: سودی اداروں (بینک، انشورز وغیرہ) میں ملازمت کرنے والے، انہیں چاہیے کہ وہ کوئی اور حلال ذریعہ معاش تلاش کریں یا کم از کم اس ایک مہینہ کے لیے کسی سے کچھ رقم قرض لے لیں جس سے رمضان کی ضروریات پوری کریں اور آئندہ کے لیے پکا عزم کر لیں کہ میں ضرور حلال ذریعہ آمد نی تلاش کروں گا۔

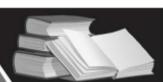
قرآن کریم کو تجوید کے ساتھ پڑھنے اور سیکھنے کا اہتمام کیا جائے، جس کے لیے ابھی سے کسی اچھے قاری یا حافظ صاحب کا انتخاب کر کے ان سے سیکھنے کی ترتیب بنائی جائے۔

گھروں سے جتنی بھی خرافات والی چیزیں ٹوپی، ڈش، کیبل وغیرہ آلات معصیت ہیں، ان سب کو گھر سے نکال باہر کریں، یہ سب کچھ ہمیشہ کے لیے، ورنہ اس ایک مہینے کے لیے تو ضرور ہی بند کر دیں، ٹوپی چینیوں پر رمضان نشیریات وغیرہ دیکھنے میں وقت ضائع نہ کریں، یہ باطل کی سازش ہے کہ وہ ہمیں مسجد و مدرسہ کے پاکیزہ اور نورانی ماحول سے دور کرتے ہوئے معصیت، غاشی و عریانی اور لہو ولعب کے ان شیطانی آلات سے منسلک کر دے۔ اس کو سمجھیں اور اپنے آپ کو اس سے بچائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ موبائل فون وغیرہ کا استعمال بھی ضرورت کے بعد رکر لیں، اور اپنے ان تیتی اوقات کو قرآن کریم کی تلاوت، نوافل اور تسبیحات اور دینی کتب کے مطالعہ میں صرف کریں۔

رمضان المبارک اور عید وغیرہ کے لیے ضروری خریداری اس ماہ مبارک کی آمد سے پہلے ہی مکمل کر لیں، تاکہ رمضان کے باہر کت لمحات بازار کی خوشتوں میں خرچ نہ ہوں۔

کار و باری حضرات اپنے آپ کو کسی بھی شئے کی ذخیرہ اندوڑی سے بچائیں، رزق و معاش کی تنگی کے ان احوال میں اپنے مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی اور آسانی کے لیے عام ریٹ پر ہی چیزیں فروخت کریں، رمضان کی وجہ سے چیزوں کی قیمتوں میں اضافہ نہ کریں۔

رمضان المبارک کی آمد سے پہلے ہی اپنے گھر کا مالی بجٹ مرتب کریں، جملہ اخراجات کی تفصیل لکھیں اور پھر اس میں جتنی کمی کرنا ممکن ہو کر لیں، اور پھر اپنے اعزہ واقارب اور اڑوں پڑوں میں بنے



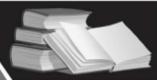
والے سفید پوش مسلمان بھائیوں کی مدد کریں۔

عورتوں کو چاہیے کہ گھر کے جملہ امور جو رمضان المبارک سے پہلے سرانجام دینا ممکن ہوں، انہیں ابھی نہادیں تاکہ رمضان میں زیادہ سے زیادہ عبادت کے لیے فرصت کے لمحات میسر آسکیں۔

ایک بڑی فضیلت جو ہم اکثر مساجد میں تبلیغی جماعت والوں کے حلقہ تعلیم میں سنتے رہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص چالیس دن اخلاق کے ساتھ ایسے طریقے سے نماز پڑھے کہ اس کی تکبیر اولیٰ فوت نہ تو اسے دوپرانے ملتے ہیں، ایک نفاق سے بری ہونے کا اور دوسرا جہنم سے چھٹکارے کا۔“ اس کے پورا کرنے کا آسان موقع ہم کو میسر ہو رہا ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں ایمان پر خاتمے کی بشارت ہے، کیا ہی اچھا ہو کہ اس بارہم اس رمضان المبارک کو اس طرح بھی قیمتی بنالیں۔

ابھی سے فضائلِ رمضان (مؤلف حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کانڈھلوی رحمۃ اللہ علیہ) کا مکمل مطالعہ بھی کر لیں اور اپنے اہل خانہ سے اس کام کرہ بھی کر لیں، اور اس کے ساتھ ساتھ مسائلِ رمضان بھی جان لیں، کیونکہ جس طرح روزہ رکھنا فرض ہے اسی طرح اس روزہ کو فاسد ہونے سے بچانے کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہے۔ ایک اہم کام اپنے آپ کو ان گناہوں سے دور کرنا ہے جن کی وجہ سے اس عظیم الشان رحمتوں، برکتوں اور مغفرتوں والے مہینے میں بھی مغفرت نہیں ہوتی، اور وہ چار گناہ ہیں، 1: والدین کی نافرمانی، 2: قطع تعلقی، 3: دلوں کا کینہ و غض، 4: شراب کا پینا، ابھی سے اپنے اپنے گریبان میں منہڈا لیں اور دیکھیں کہ کہیں ان بیماریوں میں سے کوئی بیماری میرے اندر تو موجود نہیں، اگر ہے تو خدار اپنے آپ کو اس سے نکال لیں۔ اور اگر اپنے کسی عزیز یادوست کے اندر ایسی کسی بیماری پائے جانے کا علم ہو تو اس کے سامنے بھی ہاتھ جوڑیں کہ وہ بھی ان گناہوں سے نکل آئے، یقیناً ہمارا یہ فعل اس کے اوپر بہت بڑا احسان ہو گا۔

انتیسویں (29) شعبان کو سورج غروب ہونے کے بعد چاند دیکھنے کا اہتمام کیا جائے؛ کیوں کہ چاند کی تاریخ یاد رکھنا فرض کفایہ ہے اور خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے اہتمام کی وجہ سے شعبان کا چاند دیکھنے اور اس کی تاریخیں یاد رکھنے کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔



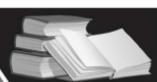
حفظ قرآن کریم کی فضیلت

مولانا محمد عبداللہ

بلاشہ حفظ قرآن بہت بڑی سعادت ہے۔ وطن عزیز میں حفظ قرآن کے لیے بے شمار معیاری ادارے موجود ہیں جہاں قرآن کریم حفظ کرنے کے ساتھ ساتھ تربیت پر بھی خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ الحمد للہ جامعہ دارالتحویل ان اداروں میں سے ایک ہے جو 1967 میں قائم ہوا جس کی اٹھارہ سے زائد شاخیں ملک کے مختلف شہروں میں کام کر رہی ہیں۔ جامعہ کا شعبہ حفظ مضمبوط بنیادوں پر قائم ہے جس میں ایک ہزار سے زائد بچے زیر تعلیم ہیں۔ حفظ کے ساتھ ساتھ بچوں کی اخلاقی و دینی تربیت پر بھی خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ اگر آپ اپنے بچے کو قرآن مجید حفظ کرنے کے خواہش مند ہیں تو آئیے جامعہ دارالتحویل آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ ادارہ

جب مسلمان قرآن مجید کو حفظ کرنا شروع کرتا ہے تو وہ اپنے دل کی عین گہرائیوں میں توفیق الہی اور سعادت عظیم کا سرور سرایت کرتے ہوئے محسوس کرتا ہے۔ یہ وہ نورانی سعادت ہے جس کے مقابل تمام لطف و کرم اور سعادتیں ثانوی درجہ رکھتی ہیں۔ حافظ قرآن پر رب کریم کے تعلق کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اُس کا اپنے مولیٰ کے ساتھ خصوصی ربط قائم ہو جاتا ہے۔ اللہ عز وجل کی مد و نصرت حافظ قرآن کے شامل حال کر دی جاتی ہے، اللہ جل شانہ کے جود و کرم، انوار و تجلیات اور ایک خاص روحانی برقل کا نزول حافظ قرآن پر ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل فرماتے تو (اے مخاطب!) تو اسے دیکھتا کہ وہ اللہ کے خوف سے جھک جاتا، پھٹ کر پاش پاش ہو جاتا، اور یہ مشالیں ہم لوگوں کے لیے بیان کر رہے ہیں تاکہ وہ غور و فکر کریں۔“ (الحشر: 21)

جلالت قرآن یہ ہے کہ اس کی عظمت و شوکت پہاڑ بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ ہم مسلمانوں بالخصوص حفاظ پر یہ لطف توحیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ہوا ہے۔ حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ ”حافظ قرآن اسلام کا علم بردار ہے، جس نے اس کی تعلیم کی، اللہ عز وجل اس کو عزت بخیشیں گے۔“



قرآن پاک مسلمانوں کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے نعمت خاص ہے، اس کی جس تدریجی قدر دانی کی جائے کم ہے۔ حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ: ”تم میں بہترین شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔“ (بخاری)

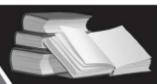
قرآن پاک کو سیکھنے اور سکھانے والا دو مکالات کا حامل ہوتا ہے۔ ایک تو وہ خود قرآن کریم سے نفع حاصل کرتا ہے پھر دوسروں کو اخلاص کے ساتھ نفع تقسیم کرتا ہے، اسی بناء پر اسے بہتر و اعلیٰ قرار دیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے سرور کو نین مکا ارشاد نقل کیا ہے کہ: ”(قیامت کے دن) صاحب قرآن سے کہا جائے گا کہ قرآن شریف پڑھتا جا اور جنت کے درجوں پر چڑھتا جا، اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں پڑھا کرتا تھا۔ لس! تیرا آخری درجہ و مرتبہ وہی ہے جہاں آخری آیت پر تو پہنچ۔“ (ترمذی)

ملا علی قاری حافظہ فرماتے ہیں کہ ”یہاں صاحب قرآن سے مراد حافظ قرآن ہے۔“ طبرانی اور یہقی میں مذکور ہے کہ ”میری امت کے شرفاء اور باعزرت لوگ حفاظ قرآن اور تجوید گزار ہیں۔“ مندرجہ ذیل میں مذکور ہے: ”صاحب قرآن اسلام کا جھنڈا اٹھانے والا (سر بلند) کرنے والا ہے۔ جس نے اس کی تعظیم کی اس نے اللہ کی تعظیم کی اور جس نے اس کی توبین کی اس پر اللہ کی لعنت ہے۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ”جو لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر یعنی مسجد میں کتاب اللہ کی تلاوت اور باہم اس کے سیکھنے کے لیے جمع ہوتے ہیں تو ان پر خصوصی تسکین اترتی ہے، رحمت الہی انہیں ڈھانپ لیتی ہے، فرشتے انہیں گھیرے میں لے لیتے ہیں اور اللہ جل شانہ اپنے مقرب فرشتوں میں ان کا تذکرہ فرماتے ہیں۔“ (صحیح مسلم)

شرح الاحیاء میں مذکور ہے کہ: ”قیامت کے دن کوئی سفارشی اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں قرآن حکیم سے زیادہ عظیم المرتبت نہ ہوگا۔“ ارشاد ربانی ہے کہ: اے لوگو! بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور ان (بیماریوں) کی شفاء آگئی ہے جو سینوں میں (پوشیدہ) ہیں اور ہدایت اور اہل ایمان کے لیے رحمت (بھی)۔“ (یونس: 57)

میرے بھائیو! اس عظیم الشان کتاب قرآن مجید سے اپنی اور مسلم معاشرے کی اصلاح کے لیے مدد پیجیے، خود بھی اسے یاد کریں، پڑھنے اور عمل کرنے کو اپنا شعار بنائیے اور اپنی اولاد کو بھی حفظ قرآن جیسی انمول نعمت کی تاکید و ترغیب دیجیے۔ انشاء اللہ خوش بختی اور انشراح صدر نصیب ہوگا۔ ارشاد ربانی ہے کہ: ”



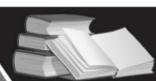
بے شک یہ قرآن اس (منزل) کی طرف راہنمائی کرتا ہے جو سب سے درست ہے اور ان مومنوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں اس بات کی خوش خبری سناتا ہے کہ ان کے لیے بڑا جر ہے۔“ (بنی اسرائیل: 9)

صالحین کا قول ہے کہ ”اگر کسی کو نامعلوم غم اور فکر کا احساس ہو جائے تو وہ قرآن پاک کی تلاوت شروع کر دے۔ غم و فکر دفعائے ائل ہو جائیں گے۔“ حضرت علیؓ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان منقول ہے کہ: ”جس شخص نے قرآن مجید کو حفظ (یاد) کیا اور اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانا، حق سجانہ و تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے اور اس کے گھرانے میں دس آدمیوں کی شفاعت قبول فرمائیں گے جن پر جہنم واجب ہو چکی تھی۔“

میرے مسلمان بھائیو! راتوں کو اٹھ کر کلام اللہ کی تلاوت کا اہتمام کیا کریں، اس سے زندگیوں میں برکت عطا ہوتی ہے، والدین کی عمر دراز کر دی جاتی ہے، روزی کی تنگی دور کر دی جاتی ہے، چہرہ نورانی کر دیا جاتا ہے، قلب کو راحت بخش دی جاتی ہے، تفکرات سے چھکارا نصیب ہوتا ہے، اولاد کو نیکی کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ جس گھر میں تلاوت ہو رہی ہوتی ہے رحمت کے فرشتے اسے اپنے گھر میں لے لیتے ہیں۔

اس گھر کے درود یا کوشش مشکل کر دیا جاتا ہے، ہر سو خوبیوں پھیل جاتی ہے، پورے گھر کو معطر کر دیا جاتا ہے، انوار و تجلیات سے معمور کر دیا جاتا ہے اور سب سے بڑھ کر قربِ اللہ نصیب ہوتا ہے۔ یہ خوب صورت کلام رب کائنات کا کلام ہے، اسے ہر مسلمان اپنی استعداد کے مطابق یاد کرنے کی کوشش ضرور کرے۔ روح کو پاکیزہ کرنے کا واحد ذریعہ تلاوت قرآن مجید ہے، اس پاک کلام پر غور و فکر کیجیے۔ انشاء اللہ نفع ہوگا، بالخصوص حفاظت قرآن آج عہد کر لیں کہ اپنی زندگیوں میں عملی طور پر قرآنی احکامات کو داخل کریں گے۔

حضرت علیؓ، ابو ہریرہؓ اور ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”قرآن کا باعمل حافظ قیامت کے روز اہل جنت کا سردار ہوگا۔“



عورت مارچ، حقوق نسوں اور اسلامی تعلیمات

مولانا اسرار الحجت قاسمی رحمۃ اللہ علیہ

سابق رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند

عورتوں کے حقوق اور ان کے احترام کے عہد کو دہرانے کے لیے ہر سال ۸ مارچ یوم خواتین کے طور پر منایا جاتا ہے، اس کا سلسلہ کم و بیش سو سال سے جاری ہے، پہلے یہ دن صرف روس اور چین وغیرہ میں منایا جاتا تھا مگر ۱۹۷۵ء میں اقوام متحده نے باقاعدہ اس دن کو عالمی سطح پر خواتین کے دن کے طور پر منائے جانے کی قرارداد پیش کی اور اس کے بعد سے اب تک یہ سلسلہ پوری دنیا میں جاری ہے۔ اس دن عام طور پر حقوق نسوں کے علم بردار افراد اور ادارے مختلف جلسے جلوس کے ذریعے یا تحریروں اور تقریروں کے ذریعے سے خواتین کے حقوق کو بیان کرتے ہیں اور دنیا کے مختلف ملکوں میں ان کے ساتھ ہونے والی ناصافیوں کو ختم کرنے کا عزم دہراتے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ دنیا بھر کے سینکڑوں ممالک کا سیاسی و معاشرتی ماحول مختلف ہے اور ہر جگہ کے مسائل و مشکلات الگ الگ ہیں، اسی مناسبت سے وہاں کی خواتین کے مسائل بھی مختلف ہوں گے، عام طور پر جنسی نابراہری کا زیادہ چرچا کیا جاتا ہے یعنی یہ کہ عورتوں کو اپنے گھروں میں یا کام کرنے کی جگہوں پر جنسی تفریق سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور ان کے ساتھ مردوں کے مقابلے میں امتیاز برداشت جاتا ہے، تیری دنیا کا معاشرہ تو خیر اس دور میں بھی اس حوالے سے پچھے ہی سمجھا جاتا ہے، لیکن آپ کو حیرت ہو گی کہ وہ ممالک



جہاں کے بارے میں عام تصور یہ ہے کہ وہاں کے ہر شہری کو مکمل حقوق اور آزادی حاصل ہے، وہاں کی صورت حال بھی اندوہنا کہی ہے چنانچہ یومِ خواتین کے موقع پر جو دنیا بھر سے خواتین کے احتجاج کی خبریں اور تصویریں سامنے آتی ہیں، ان میں ایک بڑی تعداد یورپی ممالک کی خواتین کی ہوتی ہے۔ اصل معاملہ کیا ہے؟ اصل معاملہ یہ ہے کہ خواتین کے لیے سال کے ایک مخصوص دن کا متعین کیا جانا بذاتِ خود اس بات کا ثبوت ہے کہ عورتوں کو معاشرے میں وہ درجہ حاصل نہیں ہے جو مردوں کو حاصل ہے اور یہ بات اتنی باریک اور گہری نہیں ہے کہ اس کو سمجھانے کے لیے باقاعدہ دلائل کی ضرورت پڑے، بس آپ یہ سمجھیے کہ مردوں کے لیے تو کسی عالمی ادارے کی جانب سے کوئی مخصوص دن متعین نہیں کیا گیا ہے، جس میں اگر ان کے حقوق و اختیارات کا نہیں تو کم از کم اسی بات پر زور دیا جائے کہ معاشرے میں ان کی ذمہ داریاں کیا ہیں اور انھیں اپنے بیوی بچوں اور دوسرا افراد کے ساتھ زندگی میں کس طرح کا برٹاؤ گرنا چاہیے۔ بس آٹھ مارچ کے دن کو خواتین کے لیے مخصوص کر لینا اور اس دن آزادی نسوں اور حقوق نسوں وغیرہ پر لکھر زدینا، لکھنا اور بولنا مغض ایک رسم تو ہو سکتی ہے لیکن اس کا کوئی معقول اور درست نتیجہ سامنے آنے کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ عورتوں کی آزادی یا ان کے حقوق کی بات کرنے والے یا اس کے لیے تحریکیں چلانے والے لوگ چاہتے کیا ہیں، یہ اب تک دنیا کے سامنے نہیں آسکا، اس ضمن میں اگر آپ اس تحریک کے علمبرداروں کی تحریریں پڑھیں، ان کی تقریریں سنیں اور ان کی تاریخ کا جائزہ لیں تو ایسا لگتا ہے کہ انھوں نے عورتوں کی آزادی اور حقوق کا سارا دائرہ جنسی آزادی میں سمیٹ کر رکھ دیا ہے، سارے ایسے لوگوں کو حقوق نسوں کا علمبردار کہا جاتا ہے جنھوں نے اپنی تحریروں میں جنسی انارکی کو پیش کیا ہو۔ اب کوئی بھی انصاف پسند انسان بتائے کہ کیا یہی عورتوں کی آزادی ہے اور کیا بس یہی عورت کا حق ہے کہ وہ جہاں تھاں اپنے وقار، عصمت اور عرفت کی بے حرمتی سہتی پھرے۔ دراصل یہ اشرف الخلوقات کی رسوانی اور شیطان صفت انسانوں کی گندی سوچ کا نمونہ ہے۔

جب بھی عورتوں کے حقوق کی بات کی جاتی ہے تو لازماً اسلام کے معاشرتی نظام پر اشکال کیا جاتا ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام نے عورتوں پر بہت ظلم کیا ہے۔ اس کو حقوق سے محروم رکھا ہے اور اسے قیدی بنانے کا رکھ دیا ہے حالانکہ دوسری طرف آزادی نسوں کے علمبرداروں کا حال یہ ہے کہ وہ عورتوں سے دفتروں میں

کارخانوں میں کام بھی کروار ہے ہیں اور دوسری طرف انھیں سے بچے بھی پیدا کروار ہے ہیں، بچوں کی پرورش بھی عورتوں کے ذریعے ہی کروار ہے ہیں، آج کے دور میں جو بہت زیادہ ترقی یافتہ اور روشن خیال اور آزادی نسوان پر لیقین رکھنے والے لوگ ہیں وہ اپنی عورتوں کو اگر بہت زیادہ با اختیار بنادیتے ہیں تو یہ کرتے ہیں کہ بچوں کی پرورش کے لیے کوئی دوسری عورت رکھ لیتے ہیں اور پھر اس کے ساتھ طرح طرح کی زیادتی کی جاتی ہے، اب کوئی بتائے کہ وہ دوسری عورت کیا عورت نہیں ہے؟ جہاں تک اسلام کی بات ہے تو اس سلسلے میں بس اس حقیقت کو جان لینا ہی کافی ہے کہ عورتوں کے حقوق و اختیارات کی بات کرنے والے لوگ، ممکن اور ادارے تو بھی سوڈیڑھ سو سال پہلے سامنے آئے ہیں جب کہ اسلام نے سماڑھے چودہ سو سال پہلے ہی عورتوں کو ہر قسم کے مظالم سے اور زیادتیوں سے آزادی دلائی تھی، سب سے پہلے اسلام نے یہ تصور عام کیا کہ بحیثیت انسان مرد و عورت دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے اور دونوں اشرف الخلوقات ہیں، ورنہ اس سے پہلے کے مذاہب اور تہذیبوں تک عورت کو انسان بھی ماننے کے لیے تیار نہیں تھے، چنانکہ انھیں حقوق دیتے۔ جو حقوق عورتوں کو اسلام نے دیے ہیں اور جس فیاضی سے دیے ہیں، وہ دنیا کی کوئی بھی تہذیب یا ادارہ آج تک نہ دے سکا۔

اسلام نے عورت کو ہر حیثیت سے ایک منفرد مقام دیا ہے اور باقاعدہ اس کا تعین کیا ہے۔ اگر بیوی ہے تو گھر کی ملکہ ہے، بیٹی ہے تو والدین کے لیے رحمت و نعمت ہے، بہن ہے تو اس کی پرورش کرنے والے بھائی کے لیے جنت کی بشارت ہے اور اگر ماں ہے تو اس کے قدموں کے نیچے جنت ہے، عورت کے حوالے سے اسلام کا یہ مجموعی تصور ہے، کیا اتنا پاکیزہ اور جامع تصور کوئی بھی تہذیب پیش کر سکتی ہے؟ اس کے علاوہ اسلام نے عورتوں کے تعلیمی، معاشرتی و معاشی حقوق و اختیارات کو بھی واضح طور پر بیان کیا ہے۔ ماں کی گود کو بچے کی پہلی تعلیم گاہ قرار دیا گیا، جس سے معلوم ہوا کہ عورت کا تعلیم یافتہ ہونا اور مہذب ہونا کتنا ضروری ہے۔ انھیں حلال روزی کمانے اور اپنے مال میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرنے کا پورا اختیار ہے، کسی کو اجازت نہیں کہ اس کے مال میں تصرف کرے۔ شادی بیاہ کے معاملے میں اگر چوڑی کوڑا کا تلاش کرنے اور پسند کرنے کا اختیار ہے لیکن اڑکی کی مرضی اور خواہش کے بغیر کہیں بھی اس کی شادی نہیں کی جاسکتی، اس کی رضامندی ضروری ہے۔

اسلام نے اعتدال کو ملحوظ رکھتے ہوئے عورت کی فطری حالت اور ساخت کو بھی مدنظر رکھا ہے اور

اسی وجہ سے کچھ معاملات میں مردوں کے احکام الگ ہیں جب کہ عورتوں کے الگ ہیں اور اس میں کسی اچنپھے کی بات بھی نہیں ہے کیوں کہ ہم سب دیکھتے اور جانتے ہیں کہ چاہے انسان کا معاملہ ہو یا حیوان کا یا کسی بھی چیز کا جتنی اس کی صلاحیت اور وسعت ہوتی ہے اسی کے مطابق اس پر ذمہ داری عائد کی جاتی ہے یا اسی کے مطابق اس کو اختیارات دیے جاتے ہیں۔ اسلام اپنے ماننے والوں کی زندگی بھر کے تمام تر مرحومین میں کامل رہنمائی کرتا ہے اور عورتوں اور مردوں دونوں کے لیے حقوق اور اختیارات طے کرتا ہے، اگر دونوں اپنے دائرے میں رہ کر انھیں بر تیں تو انسانی معاشرہ ہر طرح سے خوشحال اور مامون بن سکتا ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ آج کے دور میں خود مسلمانوں کا بھی ایک بڑا طبقہ دین اسلام کی تعلیمات و ہدایات سے دور ہو چکا ہے، جس کے نتیجے میں ہمارے معاشرے میں بے شمار خرابیاں جنم لے چکی ہیں اور بہت سے بدباطن لوگ مسلمانوں کی عملی خامیوں کو اسلام سے جوڑ کر دیکھتے ہیں۔

ضرورت ہے کہ مسلمان اپنے معاشرے میں مردوں کے حقوق و اختیارات کے حوالے سے اسلام کی حقیقی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں، اس کے لیے باقاعدہ تحریک چلانی جائے، ان شاء اللہ اس سے نہ صرف ہمارے معاشرے میں پائے جانے والے افراط و تفريط کا خاتمہ ہو گا بلکہ دوسرے لوگ بھی ہمارے طرزِ عمل سے متاثر ہو کر اسلامی تعلیمات کی طرف متوجہ ہوں گے۔



جَامِعَةُ دَارِ التَّقْوَىٰ

کی جانب سے واٹس ایپ (Whatsapp) پر



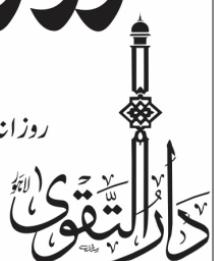
روزانہ حدیث

کا سلسلہ حبّاری ہے

آپ کی اپنے واٹس ایپ پر روزانہ حدیث حاصل کر سکتے ہیں۔

روزانہ حدیث حاصل کرنے کے لیے اپنے واٹس ایپ سے **TAQWA** لکھ کر 03222333224 پر بھیجنیں۔

+92-3-222-333-224 www.darultaqwa.org [Facebook](#) [Twitter](#) [YouTube](#) [Ijamiadarultaqwa](#)
Mufti Online +92-300-4113082 ifta4u@yahoo.com



اخلاقیات کی قبر کھونے والے

اور یا مقبول جان

آج سے صرف دو دہائیاں قبل، کیا کبھی ایسا ممکن تھا کہ ایک خاندان کے افراد کھانے کی میز پر موجود ہوں یا کسی کمرے میں اکٹھے بیٹھے ہوں اور ان میں کوئی ایک، اپنے موبائل پر آنے والے مسج کے ذریعے ایک گندہ لطیفہ، نجاشی تصویر یا غایلہ پیغام وصول کرے، بھیجے یا اس پر تبصرہ کرے اور اس دوران محفوظ میں بیٹھے ہوئے ان مقدس رشتتوں میں سے کسی ایک کو بھی اس کا علم تک نہ ہو سکے۔ اخلاقی زوال کی یہ حالت پوری دُنیا میں جس تیزی کے ساتھ آئی ہے، اس کی نظیر گذشتہ پانچ ہزار سال کی انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ جدید سیکولر، برلن طرزِ معاشرت نے سب سے پہلے جس ادارے کی تباہی کی بنیاد رکھی وہ خاندان تھا۔

یہ ادارہ اپنی زیرِ کفالت نسلوں کی اخلاقی تربیت کا ذمہ دار اور اخلاقی اقدار کا پاسبان ہے۔ دُنیا کے ہر معاشرے میں اس کے اندر پایا جانے والا حفظِ مراتب اور شرم و حیاء معاشرے کی خوبصورتی ہے۔ کار پوریٹ مادہ پرستی جو کہ سیکولر، برلن معاشرے کی معاشی بنیاد ہے، اُس نے اپنے کارخانوں کے پیسے کو تیز رفتاری سے گھمانے اور پیداوار بڑھانے کے لئے سب سے پہلے، خاندان میں اخلاقی تربیت کی علامت عورت، کو اتعدا دخوش کن ترغیبات دے کر گھر کی چار دیواری سے باہر نکلا۔ اس صرف نازک کو اپنی تمام مصنوعات کا اشتہار بنایا، اس کے لئے خوبصورتی اور حُسن کے معیارات (Standards) بنائے اور پھر اسے ان معیارات کے حصول کی تینی رسی پر چالایا گیا۔ عالمی مقابلہِ حُسن سے لے کر چھوٹی سطح کی ماڈل ٹنگ تک سب کے سامنے ایسا مشکل معیارِ حُسن رکھا گیا جس نے اس عورت کو ”جسم اور صرف جسم“ کی سطح پر لا کھڑا کیا۔ آج نوبت یہاں تک آپنی ہے کہ دُنیا بھر میں کسی عورت کے لئے بحثیت مال، بیٹی، بہن، بیوی کہیں کوئی سرکاری یا غیر سرکاری اعزاز موجود نہیں۔ اس کے لئے عزت کے معیار ہی بدلتے گئے ہیں۔ اس کے بعد عورت آئندہ نسلوں کی ذمہ داری کو آیا وہ، ڈے کیسر سنٹروں اور پری نرسری سکولوں کے

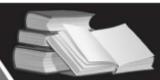


سپردر کے گھر سے باہر نکلی اور ڈاکٹر، نجینسٹر، بنس و مون جیسے شعبوں کی جانب روانہ ہوئی۔ خاندانی معاشرت کو تباہ کرنے کے لئے سیکولر طرز معاشرت نے دُنیا کو آبادی بڑھنے کے بے بنیاد خوف میں مبتلا کیا، تاکہ عورتوں پر خاندانی کی ذمہ داری کم ہوتا کہ وہ مزید آزادی کے ساتھ کارپوریٹ سرمایہ داری کی خدمات سرانجام دے سکے۔ آبادی کے کنٹرول کی جوبے بنیاد تھیوری مالٹھس (Malthus) نے پیش کرتے ہوئے دُنیا کو یہ خوف دلایا تھا کہ اس دُنیا کی آبادی ایک دن اس قدر بڑھ جائے گی، اور وسائل اتنے کافی ہو جائیں گے کہ انسان انسانوں کو کھانے لگیں گے۔ آج یہ تھیوری اس قدر جھوٹی اور بے بنیاد ثابت ہو چکی ہے کہ جدید تحقیقات کے مطابق اس وقت کرہ ارض پر جتنی خوراک پیدا ہوتی ہے وہ کم از کم دس ارب انسانوں کے لئے 2050ء تک کافی ہے، جبکہ اس وقت دُنیا کی آبادی سات ارب ہے۔ اس فریب زدہ تصور کی کوکھ سے مانع حمل طریقوں نے جنم لیا۔ شروع شروع میں مانع حمل طریقے کا استعمال کھلا اور زیادہ تمرد کے ہاتھ میں تھا۔ لیکن 1954ء میں جب ”مانع حمل“ گولی ایجاد ہوئی تو اس نے نہ صرف آبادی کے کنٹرول کا اختیار عورت کے ہاتھ میں دے دیا بلکہ اسے خفیہ بھی بنا دیا۔ اس ”خفیہ پن“ نے پورے معاشرے کی اخلاقی بنیادیں ہلا کر رکھ دیں۔ عورت بدنامی سے آزاد ہوئی اور خاندانی ذمہ داری کم کرنے، بلکہ ختم کرنے کا راستہ بھی نکل آیا۔ یوں دُنیا میں جنسی اخلاقیات کا رُخ موڑ دیا گیا۔ اس ”انقلاب“ کے بعد خاندانی نظام دوبارہ پھر اپنی اصل بنیادوں پر کبھی استوار نہ ہو سکا۔

مانع حمل گولی کے بعد، انسانی اخلاقیات پر دوسرا بڑا حملہ جس ایجاد نے کیا وہ ”سوشل میڈیا“ ہے۔ آج سے 29 سال قبل 3 دسمبر 1992ء کو پہلے ٹیکسٹ مسیح سے اس کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ 1993ء میں جی ایس ایم فون نے اسے آسان بنایا اور 1999ء میں یہ پوری دُنیا میں عام ہو گیا۔ اس کے بعد تو اس کی تیز رفتاری بلا کی تھی۔ صرف بیس سالوں میں عام چیٹ اور ٹیکسٹ مسیح سے ہم اب سوшل میڈیا کی ایک ایسی دُنیا میں داخل ہو چکے ہیں، جس کی حالت ایک منہ زور گھوڑے والی ہے، جس پر قابو پانا کسی ایک حکومت کے بس میں بھی نہیں۔ یہ صرف اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب پوری دُنیا کے دوسو کے قریب ممالک یہک زبان ہو کر اس ”جن“ کو کنٹرول کرنے اور اسے معاشرتی اخلاقیات کا پابند بنانے کے لئے متحہ ہو جائیں۔ مگر یہیں اکٹھا ہو سکتے، کیونکہ گذشتہ ایک سو سال سے سیکولر، برل طرز معاشرت نے ہر ملک کے معاشرے میں اخلاقیات کے الگ الگ معیارات بنادیے ہیں۔ یورپ کے ممالک میں رات گئے مخصوص ٹی وی چینلوں پر مکمل فلمیں و کھائی جا سکتی ہیں جبکہ امریکہ اور برطانیہ میں معیار مختلف ہے۔ اسی طرح ہم جنس شادیوں کے قوانین بھی کسی ملک میں موجود ہیں اور

روں جیسے ملکوں میں لوگ اس کے سخت مخالف ہیں۔ بھانت بھانت کے اخلاقی معیارات والے یہ ملک کبھی بھی سوچل میڈیا کے اخلاقی سدھارنے یا اُسے قابو میں کرنے کے لئے عالمی سطح پر اکٹھا نہیں ہوں گے۔ سوچل میڈیا کے طوفان کے اثرات صرف جنسی ہی نہیں معاشرتی طور پر بھی خوفناک ہیں۔ نسلی، نہ ہبی اور دیگر نفرتیں جو پہلے چھپی ہوتی تھیں، اب انہیں آگ دکھانے کے لئے صرف ایک مسیح یا وید یوکلپ کافی ہے پھر دیکھیں کیسے خون کی ندیاں بہتی ہیں۔ کسی شخص کی شرافت کو تاریخ کرنے کے لئے ایک جعلی وید یو یا جھوٹے مسیح کے دائر ہونے کی دیر ہے، اس کی زندگی بھر کی کمائی ہوئی عزت خاک میں ملائی جاسکتی ہے۔ میں سڑکیم میڈیا پر تو معلوم ہوتا ہے کہ کون کیا بات کر رہا ہے اور اس کا جواب کیسے دے سکتے ہیں یا اس کا تدارک کیسے کر سکتے ہیں، لیکن سوچل میڈیا کی بے چہرہ (Faceless) دُنیا، انتہائی خوفناک ہے اور اسے جدید ٹیکنالوجی نے مزید خطرناک بنادیا ہے۔ جس ملک نے بھی اسے کنٹرول کرنے یا اصول و قواعد کا تابع بنانے کی کوشش کی اس کے راستے میں دو بڑی رکاوٹیں حائل ہوئیں۔ پہلی رکاوٹ ”بدنیتی“ کی رکاوٹ ہے، یعنی حکومت جب اسے کنٹرول کرنے کے قانون بناتی ہے وہ صرف اور صرف اپنے خلاف ہونے والے پروپیگنڈے پر قابو پانا چاہتی ہے۔ لیکن دوسرا بڑی رکاوٹ وہ سیکولر، برل دانشور طبقہ ہے جو کہتا ہے کہ سوچل میڈیا کے تولاقدار فوائد ہیں، لوگوں کو معلومات میسر آتی ہیں، دُنیا ایک دوسرے کے قریب ہوتی ہے، علم آگے بڑھتا ہے وغیرہ وغیرہ اور یوں دُنیا کی تمام عاداتیں خصوصاً پاکستان کی محدود نظر (Myopic) عدالتیں ان دانشوروں کے دلائل سے مرجوب ہو کر سوچل میڈیا کو آزاد کر دیتی ہیں۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ سوچل میڈیا پر جتنا بھی علم اب تک موجود ہے وہ دُنیا میں موجود علم کے پندرہ فیصد سے بھی کم ہے اور غیر مصدقہ بھی ہے، اسے پر کھنے کے لئے اصل مأخذ تک جانا پڑتا ہے۔

لیکن سوچل میڈیا دیکھنے والوں کے پاس وقت کہاں ہوتا ہے، وہ ہر جھوٹ پر یقین کر لیتے ہیں۔ یوں اب سوچل میڈیا کو کھل کر کھلینے اور ہر اخلاقی معیار کو پامال کرنے کا لائسنس مل چکا ہے۔ موجودہ سوچل میڈیا کی اصلاح پر وہی اصول لا گو ہوتا ہے جو قرآن نے شراب اور جوئے کے بارے میں لا گو کیا ہے۔ ”لوگ آپ ﷺ سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپ گہہ دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے کچھ منافع بھی ہیں، اور ان کے گناہ ان کے نفع سے زیادہ بڑے ہیں“ (المقرہ: 219)۔ آج اگر سوچل میڈیا بند کر دیا جائے تو اخلاقی پستی اور زوال کا سفر یقیناً رُک جائے گا، اور بڑا فائدہ یہ ہو گا کہ لوگ علم کے حصول کے لئے اصل مأخذ یعنی کتاب کی طرف لوٹیں گے اور یوں لائبریری کا دور و رواپس آجائے گا۔



کفایت شعرا۔ اقتصادیات سنوار نے کا زر میں اصول

انتخاب: عبدالودود ربانی

حقیقت میں کفایت شعرا زندگی بس کرنے کا ایک قابل تحسین عمل ہے، جس کے دور میں تنازع برآمد ہوتے ہیں اور بڑے دنوں میں یہی کفایت شعرا سہارا بن کر ہماری مددگار بن جاتی ہے اور ہمیں کم خرچ بالائیں کے مراحل تک لے جاتی ہے، لیکن عام طور پر اس کی اہمیت سے ہم واقف نہیں، زیادہ سے زیادہ سو میں دس فیصد افراد ایسے ہو نگے جو اپنی خواہشوں اور ضرورتوں کو دبابر کفایت شعرا کی راہ پر گامزن ہوتے ہیں، جن کے پاس اللہ کا دیا ہوا بہت کچھ ہوتا ہے اور وہ اس کے بعد بھی مستقبل کی فکر کر کے اپنی بجا خواہشات کو دباتے ہیں اور غریبوں پر خرچ کرتے ہیں، ایسے لوگ سماج میں ہمیشہ سے کم رہے ہیں، آج ہمارا آئیڈیل و شخص ہوتا ہے جس کے پاس زیادہ وسائل ہوں، دولت کی ریل پیل ہو، معیار زندگی بلند ہو، خواہ اُس نے مال و دولت کے حصول اور خواہشات کی تکمیل کے لئے کوئی بھی غلط طریقہ اپنایا ہو، اُس کی زندگی کتنے ہی مسائل کا شکار بن گئی ہو، دن رات کی دوڑ بھاگ نے اُس کا چین و سکون چھین لیا ہو۔ رات کی بے چینی اور دن کی مصروفیت اُس کا مقدر بن گئی ہو، علاج و معالجہ اور دواؤں کے بغیر اُس کی زندگی نہ گزرہ ہی ہو لیکن ہماری نظر اُس کے ٹھاٹ باث، کھان پان، رہن سہن اور ظاہری آرائش پر ہی ٹکی رہتی ہے۔ اُس نے اس مقام تک پہنچنے کے لئے کتنی قربانیاں دی ہوں، اپنی اقتصادیات کو مضبوط بنانے کے لئے کیا کیا قدم اٹھائے ہوں، کتنی کفایت شعرا کا مظاہرہ کیا ہو، ان پہلوؤں کو اکثر ہم نظر انداز کر دیتے ہیں۔

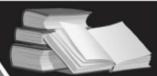
یاد رکھئے! زندگی بس کرنا اور اُس کی اقتصادیات کو متوازن رکھنا نہایت ہوش مندی کا کام ہے اور اس کے لئے سب سے پہلے فضول خرچی پر قابو پانا ضروری ہے، اس کے بعد کفایت شعرا کا مرحلہ آتا ہے، یہی



کفایت شعرا نہ صرف خوشحال زندگی کا راز ہے بلکہ کم خرچ بالائیں کافر مولہ بھی ہے۔ افراد، خاندان یا حکومتیں کفایت شعرا کے اس فارمولہ پر کس طرح عمل پیرا ہو سکتی ہیں، آئیے اس پر ایک نظر ڈالیں۔ دیکھئے روپیہ کمانا، اپنی آمدنی بڑھانا جتنا پیچیدہ عمل ہے، اُس سے زیادہ دشوار اس کو سلیقہ سے خرچ کرنا ہے، جمع پونچی لتنی ہی کم کیوں نہ ہو، اس سے انسان کی اور اُس کے گھر خاندان کی حالت پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ اسی لئے اپنی کمائی کو بے دھڑک ہو کر خرچ کر دینا عاقبتِ اندیشی کے خلاف ہے، جو خاندان اپنی آمدنی بغیر بچائے خرچ کر دیتے ہیں اور کچھ بچا کر نہیں رکھتے وہ مستقبل میں اقتصادی دشواریوں کا مقابلہ کرنے میں عموماً ناکام رہتے ہیں، اس کی پہلی ضرورت یہ ہے کہ آمدنی و خرچ کا باقاعدہ حساب رکھا جائے، جس مد پر خرچ ہو اُس کے نفع و نقصان کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے، قرض سے پرہیز کیا جائے، آمدنی سے زیادہ خرچ کرنے میں احتیاط بر تی جائے، ضرورت سے زیادہ چیزیں نہ خریدیں جائیں، کچھ لوگ متوقع آمدنی پر بھروسہ کر کے خرچ کر لیتے ہیں، جب آمدنی نہیں ہوتی تو انہیں زیر بار ہونا پڑتا ہے، ان کا پورا بجٹ درہم بہم ہو کر رہ جاتا ہے، لہذا ضروری یہ ہے کہ اپنے گھر اور خاندان کی اقتصادی صورتِ حال کو منظم رکھا جائے اور کسی موہوم توقع پر فضول خرچی نہ کی جائے۔ اسی کا نام کفایت شعرا ہے۔

خاندان اور گھر کا سر برآہ اگرچہ مرد ہوتا ہے، جسے اہل خانہ کی آنکھ سے تعبیر کر سکتے ہیں لیکن اس آنکھ کی پینائی اُس کی بیوی ہے جو اگر سلیقہ مند اور کفایت شعرا ہے تو گھر کو جنت کا نمونہ بنادیتی ہے لیکن اس کے برعکس کسی گھر کا نظام چلانے والی بدسلیقہ یا فضول خرچ خاتون ہو تو اُس گھر میں ہمیشہ ہائے توبہ بھی رہتی ہے۔ جہاں تک حکومتوں کی کفایت شعرا کا تعلق ہے تو یہ عمل ان کی بھی اقتصادیات کے لئے مضبوط محفوظ کا کام کرتا ہے، عموماً حکومتیں اپنے مالیاتی خسارے کو کم کرنے کے لئے سرکاری اخراجات میں کفایت شعرا یا تنخیف کو ایک آزمودہ حکمِ عملی کے طور پر اپناتی ہیں اور اس کے تحت حکومت کے کاروبار اور نوکریاں ہوں کے سرکاری اخراجات میں کمی لائی جاتی ہے اور اس کی وجہ سے سرکاری خسارہ کے گراف میں کمی آجائی ہے۔ ماہرین اقتصادیات کا کہنا ہے کہ اگر حکومت کے دفاتر اور وزراء کی رہائش گاہوں، سفر، دوروں یا دوسری مصروفیتوں کی فضول خرچی پر قابو پانے کے ساتھ ساتھ سرکاری بابوؤں کی شاہ خرچی میں تنخیف کر دی جائے تو اُس کا فوری اور ثابت اثر

قومی خزانے پر مرتب ہوتا ہے اور سرکاری بجٹ کا خسارہ کم کرنے میں اس سے بہت مددگاری ہے۔ ملک کا یہ عجائبالمیہ ہے کہ یہاں کے عوام ہر پانچ سال میں کسی نااہل حکومت سے چھٹکارہ پالیتے ہیں لیکن غیر ذمہ دار نوکری شاہروں کے خلاف کچھ نہیں کر سکتے جبکہ افسران کے لامحدود اختیارات اور فضول خرچی بھی ملک کے مالیاتی نظام کو کسی نہ کسی طرح محروم کرتی ہے، یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ حکومتیں بدل جاتی ہیں، افسران اپنی جگہ قائم رہتے ہیں، لہذا سرکاری دفاتر میں ورک کلچر پیدا کر کے کام کرنے کی صحت مند فضا تیار ہونا چاہئے، جس کے مطابق وقت پر کام ہو، بابوؤں کی حاضری مقررہ وقت کے مطابق ہوتی رہے۔ حکومت کم خرچ بالائیں کافارمولہ اپنانے اور سرکاری افسران اپنے دفاتر کے اخراجات میں کفایت شعرا کو اپناتے ہوئے رضا کار ان تخفیف کی شروعات کریں، خاص طور پر غیر منصوبہ بند بجٹ میں کچھ فیصلہ کی ضرور لا نیں۔ یاد رکھئے! کفایت شعرا کی خوش حال زندگی کی نقیب ہے اور شاہ خرچی بر بادی کا پیش نیمہ ہے، مختلف مذاہب نے بھی فضول خرچی سے دامن بجا کر صبر، شکر، فناعت اور کفایت شعرا کی تعلیم دی ہے، کفایت شعرا کا مطلب اپنی چادر دیکھ کر پاؤں پھیلانا ہے یا بہترین کاؤشوں کے بعد میر آنے والے وسائل کو سوچ سمجھ کر استعمال کرنا ہے، کفایت شعرا کے بارے میں دانشوروں اور مفکروں کے بعض اقوال بھی مشہور ہیں مثلاً معروف افگر یہ مفکر سوٹ کا کہنا ہے کہ کفایت شعرا سب سے بڑی دولت ہے اور شیخ سعدی کا قول ہے کہ جس نے کفایت شعرا کو اپنایا، اُس نے حکمت و دانائی سے کام لیا، امام غزالی نے بھی کہا ہے کہ کفایت شعرا حقیقت میں اپنے نفس پر قابو پانا ہے، آج بھی صورتِ حال یہ ہے کہ غریب ہو یا امیر کوئی اپنے وسائل پر مطمئن نہیں ہے، بے شمار ایسے انسان ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے نعمتوں سے نوازا ہے، پھر بھی اُن کی زبان سے کلمہ شکر ادا نہیں ہوتا، وہ حرص وہوس میں گرفتار ہیں، اپنے بجائے دوسروں کو خوش قسمت تصور کرتے ہیں، معمولی تکلیف پر چیز اٹھتے ہیں، حالانکہ اُن سے کہیں زیادہ مسائل کے شکار لوگ معاشرہ میں موجود ہیں، جن پر وہ نظر کریں تو اپنے حال پر مشک کر سکتے ہیں، کفایت شعرا کا مطلب یہ نہیں کہ انسان کو جو کچھ میسر ہے، اُسی پر اکتفا کر لے اور مزید پانے کی جستجو نہ کرے، کفایت شعرا زندگی میں جدوجہد کرنے یا آگے بڑھنے سے روکتی نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ جو ہمیں حاصل ہے اُسے سلیقہ سے خرچ کریں اور اپنے معاشی ذرائع کا سوچ سمجھ کر استعمال کریں تاکہ حال مستقبل سنور سکیں۔ (بشكر یہ فکر و خبر ڈاٹ کام)



طلبه مدارس چھٹیاں کیسے گزاریں؟

عبدالودود ربانی

مدارس العربیہ میں سالانہ امتحانات تقریباً ختم ہو چکے ہیں ان سطور کے شائع ہونے تک وفاق المدارس العربیہ کے تحت ہونے والے امتحانات بھی پایہ تحقیقیں کو ہفتیچہ چکے ہوں گے۔ امتحانات کے بعد 15 شوال تک طلبہ کو چھٹیاں ہوں گی۔ عقل مند طالب علم وہ ہے جو اپنے فرصت کے اوقات کو بھی ضائع نہیں کرتا بلکہ انہیں بھی اپنے لیے زیادہ سے زیادہ فائدہ مند بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ جو طلبہ اپنے وقت کو قیمتی بنانا چاہتے ہیں ان کے لیے یہ مضمون روڑ میپ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس مضمون کا مطالعہ دینی مدارس کے طلبہ ہوں یا عصری اداروں کے، ہر دو کے لیے یہ مضمون مفید ہے۔ یہ مضمون قبل ازیں اسی شمارے میں شائع ہو چکا ہے موقع کی متناسبت سے اسے نشرکرنے کے طور پر شائع کیا جا رہا ہے۔ ادارہ

وفاق المدارس العربیہ پاکستان میں دینی تعلیم کا سب سے بڑا بورڈ ہے جس سے ماحقہ مدارس و مکاتب کی تعداد 20 ہزار سے زائد ہے۔ جن میں زیر تعلیم طلبہ و طالبات کی تعداد تیس لاکھ جب کہ اساتذہ و تدریسی عملہ ایک لاکھ ستر ہزار (170,000) سے متجاوز ہے۔ 1959 سے قائم اس تعلیمی بورڈ سے اب تک ایک لاکھ چھیساں ہزار ایک سو پچھتر (186,175) علماء، دو لاکھ پینتالیس ہزار (245,000) عالمات، گیارہ لاکھ چوتیس ہزار (1134,000) حفاظ اور دو لاکھ ستانوے (297,000) حافظات فارغ التحصیل ہو کر دنیا بھر میں خدمت دین کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

وفاق المدارس کے تحت سال ۱۴۳۳ھ، 2022ء کے سالانہ امتحانات 26 فروری برطابن 24 ربیع سے شروع ہو کر میم شعبان کو اختتام پذیر ہو گئے۔ سال روائی کے وفاقی درجات میں امتحانات دینے والے طلباء کی تعداد بھی لاکھوں میں تھی۔ وفاقی وغیر وفاقی درجات میں امتحانات کے بعد مدارس میں عام



تعطیلات کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ تعطیلات کا یہ دورانیہ دو سے اڑھائی ماہ کا ہوتا ہے۔ ان طویل تعطیلات کو طلباء و طالبات اپنے اپنے مزاج اور پروگرام کے تحت گزارتے ہیں۔ سمجھدار اور وقت کے قدر دان طلباء ان اوقات کو غنیمت جانتے ہوئے انہیں بہتر سے بہتر بنانے کی شعوری کوشش کرتے ہیں۔ لاپرواہ اور غیر سنجیدہ طلباء ان اوقات کو لہو و لعب اور کثرت خواب بینی میں ضائع کر دیتے ہیں۔ مشاہدہ ہے کہ دور طالب علمی میں جو طلباء ان ایام کو بہتر انداز میں استعمال کرتے ہیں، مثلاً دعوت و تبلیغ، ذکر و عبادت یا اپنی بنیادی نحوی، صرفی استعداد کی درستی وغیرہ۔ تعلیم سے فراغت کے بعد ان کے لیے کام کے موقع ان طلباء سے کہیں زیادہ اور بہتر ہوتے ہیں جو طلباء ان ایام کو بے ہنگام گزار دیتے ہیں۔

اس سلسلے میں ایک بڑی ذمے داری اساتذہ پر عائد ہوتی ہے۔ چونکہ طلباء اپنے لا ابی پن اور نا تجربہ کاری کی وجہ سے عموماً فرست کے ان اوقات کو ضائع کر بیٹھتے ہیں، منتظمین مدرسہ اور اساتذہ کو چاہئے کہ ترغیب و تحریک کے ساتھ ساتھ انہیں منصوبہ بندری کرنے اور اوقات کو منظم کرنے میں رہنمائی اور مشاورت فراہم کریں بلکہ باقاعدہ رُخ طے کر کے دیں۔

طلباء و طالبات اور فضلاء و فاضلات کے لیے چند تجویز پیش خدمت ہیں جن پر عمل کر کے اپنی تعطیلات کو مفید اور کارآمد بنایا جاسکتا ہے۔

وقت اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے ایک گرانقدر نعمت ہے جو مانند برف تیزی سے پھیل رہی ہے دیکھتے ہی دیکھتے دن سے ہفتہ اور ماہ سے سال گزرے جاتے ہیں۔

صح	ہوئی	شام	ہوئی
عمر	یونہی	تمام	ہوئی

پس وقت کی قدر دانی بہت ضروری ہے۔ وقت کو ضائع کر دینے پر بعد میں جو پچھتاوا ہوتا ہے وہ ناقابل تلافی ہوتا ہے سوائے ندامت کے اس کے تدارک کی کوئی صورت نہیں رہتی۔ لہذا غلماندی یہ ہے کہ آغاز ہی میں انعام پر نظر کھی جائے تاکہ حسرت و یاس کی نوبت نہ آئے۔

امام رازیؒ کے نزدیک اوقات کی اہمیت اس درجہ تھی کہ ان کو یہ افسوس تھا کہ کھانے کا وقت کیوں علمی مشاغل سے خالی جاتا ہے چنانچہ فرمایا کرتے تھے۔

وَاللَّهُ أَنِي أَتَاكُمْ فِي الْفُوَاتِ عَنِ الْإِشْتِغَالِ بِالْعِلْمِ فِي وَقْتِ الْأَكْلِ فَإِنَّ الْوَقْتَ

وَالزَّمَانَ عَزِيزٌ۔

یعنی خدا کی قسم! مجھ کو کھانے کے وقت علمی مشاغل کے چھوٹ جانے پر افسوس ہوتا

ہے کیونکہ وقت متاع عزیز ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا (رحمۃ اللہ علیہ) کے متعلق صاحب آداب المتعلمین تحریر فرماتے ہیں کہ ایک عرصہ سے صرف ایک وقت دو پہر کو کھانا کھاتے، کہتے ہیں کہ میں نے متعدد بار حضرت سے سنا کہ میری ایک مشفقة ہمیشہ تھی، میں شام کو مطالعہ میں مصروف ہوتا تھا تو وہ لقمه میرے منہ میں دیا کرتی تھی۔ اس طرح مطالعہ کا حرج نہ ہوتا تھا۔ جب سے ان کا انتقال ہوا ہے اب کوئی میری اتنی ناز برداری کرنے والا نہیں رہا اور مجھے اپنی کتابوں کا نقصان گوار نہیں اس لیے شام کا کھانا ہی ترک کر دیا۔

”بستان الحمد بنین“، میں حافظ ابن حجر (رحمۃ اللہ علیہ) کے حالات کے متعلق لکھا ہے کہ وہ وقت کے بڑے قدر دان تھے، ان کے اوقات تین میں سے کسی ایک کام سے معور رہتے تھے۔ کسی وقت خالی نہ بیٹھتے تھے۔ وہ تین مشاغل یہ تھے۔ مطالعہ کتب، تصنیف و تالیف اور عبادت۔

حتیٰ کہ جب تصنیف و تالیف کے کام میں مشغول ہوتے اور درمیان میں قلم کی نوک خراب ہو جاتی تو اس کو درست کرنے کے لیے ایک دو منٹ کا جو وقفہ رہتا، اس کو بھی ضائع نہ کرتے، ذکر الہی زبان پر جاری ہو جاتا اور نوک درست فرماتے اور فرمایا کرتے کہ وقت کا اتنا حصہ بھی ضائع نہیں کرنا چاہئے۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ کو بہت ہی کم عمری میں تعلیم کا بہت شوق تھا۔ عام اڑکوں کی طرح وہ اپنے فرائض سے غافل نہیں رہتے تھے اور نہ کھلیں کو دیں اپنا وقت ضائع کرنا پسند کرتے تھے۔ جب تک فقہ اور حدیث کی کتابیں شروع نہیں کیں تو صحابہ گرام کے تذکرے اور خدا کی راہ میں ان کی جانبازی اور قربانی کے واقعات سے بڑی گہری دلچسپی تھی، اس سلسلہ کی جو کتابیں ملتی بڑے ہی ذوق و شوق اور جذب و کیف سے پڑھتے، کتاب ”محاربات اسلام“ جس میں صحابہ گرام کے جہاد اور فتوحات کا تذکرہ ہے، بچپن ہی سے بڑے اشتیاق سے پڑھا کرتے تھے۔ جب فقہ اور حدیث کی تعلیم شروع کی تو اس مبارک علم میں پوری طرح مشغول ہو گئے۔ دن کا کوئی حصہ ایسا نہ ہوتا جس میں خالی بیٹھتے اور کوئی کتاب ہاتھ میں نہ ہوتی ہو، وہ کسی ایسے کام کو پسند نہ کرتے تھے جو تعلیم میں کسی طرح مخل ہو۔

(سوائی مولانا یوسف صاحب)

تو عزیز طلباء! پہلی بات تو یہ گرہ باندھ لیں کہ اپنا وقت کبھی ضائع نہیں کریں گے۔ خواہ تدریس اور تعلیم و تعلم کے اوقات ہوں یا تعطیلات اور فرصت کے، ہر حال میں سکھنے سکھانے اور پڑھنے پڑھانے کا عمل

جاری رکھیں گے۔

ایسے طلبہ جو دورہ حدیث کا امتحان دے رہے ہیں اور ان کو سند فراغت ملنے کو ہے ان سے عرض ہے کہ وہ تو بلا تاخیر وقت ضائع کئے بغیر ایک سال کے لیے تبلیغی جماعت کے ساتھ روانہ ہو جائیں۔ معاشرے کی دلختی رگ کا اندازہ لگانے اور دور دراز علاقوں میں دینی کسپرسی کا شکار لوگوں کو آپ کی اشد ضرورت ہے۔ دیگر درجات کے طلبہ بھی کم و بیش اوقات کے لیے راہ خدا میں عازم سفر ہو سکتے ہیں۔ یہ پڑھی گئی تھیوری کے پریکٹیکل کا بہترین وقت ہے۔

طلباًءِ سال بھرمدر سے میں رہنے کی وجہ سے والدین، بھن بھائیوں، اعزہ و اقرباء اور دوست احباب کو وقت نہیں دے سکتے۔ تعطیلات میں ہر ایک کا حق ادا کیجئے۔ والدین کا حق فاقہ ہے۔ ان کی خدمت کر کے دعا نہیں لیجئے۔ گھر کے کاموں میں ان کا ہاتھ بٹائیے۔ طالبات امور خانہ داری سکھیں۔ کچن کی ذمہ داریاں اٹھائیں۔ روٹی پکانا اور کھانے بنانا سکھیں۔ عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ دوران تعطیلات والدین بھی بچیوں کو گھر کے کام نہیں کرنے دیتے بلکہ انہیں آرام کا مشورہ دیا جاتا ہے اور اکثر بچیاں بھی پڑھائی کی تھکاوٹ کا بہانہ کر کے امور خانہ داری سے پہلو تھی کرتی ہیں۔ نتیجتاً وہ گھر سنبھالنے، کھانے پکانے اور امور خانہ داری جیسی مہارتوں سے نابلد رہتی ہیں۔ دورہ حدیث کے فوراً بعد اکثر کی شادی کر دی جاتی ہے یوں انہیں خاندانی روایات اور گھر بیوی معاملات سے عدم واقفیت کی بنا پر نئے گھر میں سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے ان فرصت کے اوقات کو غنیمت جانتے ہوئے والدین کو آرام کرنے کا موقع دیں اور تھوڑے وقت میں زیادہ سکھنے کی کوشش کریں۔

آپ حافظ قرآن ہیں یا غیر حافظ، دونوں صورتوں میں قرآن پاک کا حق ادا کرنے کی شعوری کوشش کریں۔ حافظ ہیں تو منزل خوب اچھی طرح یاد کریں اور تراویح میں سنانے کی نیت کریں۔ غیر حافظ عموماً بہت کم تلاوت کرتے ہیں دوران سال تعلیمی مشاغل کی مصروفیت کی وجہ سے بھی لاپرواٹی رہتی ہے اس لیے چھٹیوں میں قرآن کا بھی حق ادا کریں۔ اذکار و اوراد کی کثرت کریں۔

دوران تعلیم طلبہ عبادات، تلاوت، اذکار، نوافل، تہجد و دیگر نفلی عبادات کی طرف تعلیمی مصروفیات کی وجہ سے توجہ نہیں دے سکتے، اب چونکہ فراغت ہے۔ فراغت کے ان اوقات سے خوب خوب فائدہ اٹھائیے۔ تعطیلات دراصل روحانیت اور عبادات میں کمی کے ازالے کے لیے دی جاتی ہیں۔ اس لیے انہیں

اسی مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے۔

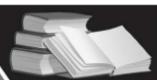
تذکریہ نفس کے لیے کسی صاحب نسبت بزرگ سے اصلاحی تعلق بھی بہت ضروری ہے، چھٹیاں میسر ہیں اگر پہلے ہی سے کسی بزرگ سے تعلق ہے تو چند دن ان کی خانقاہ میں گزارنے کا اہتمام کیا جائے۔ مشائخ کی صحبت اور خانقاہ کا ماحول دلوں کی میل اتارنے کا بہترین ذریعہ ہیں۔ اگر تعالیٰ کسی اللہ والے کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دیا تو بلا تاخیر اپنا اصلاحی تعلق قائم کر لیجئے۔ طریقت و شریعت کے حسین امتحان سے دلوں میں روحانی ترقیاں حاصل کر سکتے ہیں۔

سیر و افی الارض

مطالعاتی دورے بھی افادیت سے خالی نہیں ہیں۔ ملک کی بڑی لائبریریوں، معروف تعلیمی اداروں، علمی شخصیات اور تاریخی مقامات کی سیر کو جائیں۔ یاد رکھیں! سفر انسان کو سمجھ کی گہرائی، علم کی گیرائی، عقل کی پختگی، تجربے کی وسعت اور بصیرت کے گوہر عطا کرتا ہے۔ بند کمرے میں کیا گیا مطالعہ مشاہدات کے لیقین، تجربات کی خوشبو، عین اللین کی روشنی اور منصفانہ تجزیے کے جوہر سے عاری ہوتا ہے۔ سیر و سیاحت کی افادیت اور اہمیت و ضرورت اپنی جگہ مسلسل ہے۔ ممکن ہو تو ایسے مقامات کی طرف رخت سفر باندھنے میں دیر نہ کیجئے۔

چھٹیوں کو عمومی مطالعے کے استعمال میں بھی لا یا جاسکتا ہے۔ دوران سال درسی کتب کے مطالعے سے ہی فرصت نہیں ملتی لہذا یہ سنہری موقع ہے۔ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہر نوع بخش کتاب پڑھ ڈالیے۔ مطالعے کے لیے کتاب اور مواد کا انتخاب سوچ سمجھ کر کیجئے۔ ہر کتاب پڑھنے کے قابل نہیں ہوتی۔ اپنے اسلاف کی سوانح عمر یاں اور آب بیتیاں پڑھی جاسکتی ہیں۔ سیرت، تفسیر، حدیث، تاریخ، اردو، عربی ادب، سیر، علمی معلومات اور شعر و نثر پر کتابیں فائدہ مندرجہ ہیں گی۔ گہرا اور عمیق مطالعہ عملی زندگی کی بقا اور علمی ارتقاء کے لیے بے حد ضروری ہے۔

چھٹیوں میں بڑے مدارس میں مختلف دورے کرائے جاتے ہیں دورہ تفسیر، حدیث، صرف و نحو، دعوت و ارشاد، دورہ رفتہ، ختم نبوت کورس، صحافت کورس، کمپیوٹر کورس، انگلش، عربی لینگوچ کورس، دورہ فلکیات، میراث و دیگر طرح کے چند روزہ دورہ جات میں شرکت آپ کو علوم و فنون کی نئی مہارتوں سے متعارف کرنے کا باعث بن سکتی ہے۔



دو ماہ کی چھٹیوں میں شارت ٹرم کورسز بھی کیے جاسکتے ہیں اور کوئی ہنر بھی سیکھا جا سکتا ہے۔ جو زندگی بھر آپ کا ساتھ دے گا اور کسب معاش میں معاون رہے گا۔ مثلاً موبائل ریپر نگ، کمپیوٹر کورسز، انٹرنیٹ کا استعمال وغیرہ۔

عزیز طلبہ و طالبات:

آپ نہ صرف اپنے والدین اور مسلک اہل حق کے لیے گرال مایہ اٹانش ہیں بلکہ ملک و قوم کو بھی اس وقت آپ کی اشد ضرورت ہے۔ معاشرے کے طبقات کئی حوالوں سے قومی، صوبائی، نسلی، قبائلی، مسلکی اور سماں بنیادوں پر منافرت کا شکار ہیں اور بد قسمی سے یہ بنیادیں مزید تقسیم در تقسیم ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ پر ایوں کی سازشوں اور اپنوں کی حماقتوں نے ایسے دورا ہے پر لاکھڑا کیا ہے کہ:

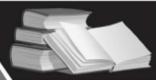
نہ جائے رفتہ نہ پائے ماندہ

ارض پاک کی سالمیت داؤ پر ہے۔ مشرقی سرحدیں توروز اول سے ہی خطرات میں گھری ہوئی ہیں اب مغربی سرحدات چاہے ایرانی بارڈر سے ملختی ہوں یا افغانستان سے، دشمن کے نشانے پر ہیں اور مستزدایہ کہ اب فکری و نظریاتی سرحدوں کو بھی خطرات لاحق ہیں، ایسے حالات میں دین پسند حلقوں اور خیرخواہان اسلام و پاکستان کی نظریں صرف اور صرف آپ پر ہیں۔ آپ ہی اس قوم کی ڈوبتی ناؤ کو پار لگا سکتے ہیں۔ اپنی اہمیت کا ادراک کیجئے۔ جدید دور کی مہارتوں سے خود کو مسلح کیجئے۔ رسوخ فی العلم کے ساتھ ساتھ معاشرے اور ابلاغ کی زبان پر عبور حاصل کیجئے۔ داعی کی سب سے پہلی صفت یہ ہونی چاہئے کہ اسے اپنے سامعین کی ذہنی سطح کا خوب اندازہ ہو اور وہ ان کی زبان اور مروجہ عصری اسلوب میں ان سے مخاطب ہونے کا ہنر جانتا ہو۔ یقین جانیے اگر آپ اپنے اندر تین چیزیں پیدا کر لیں تو نہ صرف کل آپ کا ہے بلکہ کلمہ کی بنیاد پر حاصل کیے گئے اس پاک وطن کا مستقبل بھی تابنا ک ہے۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں۔

1- رسوخ فی العلم

2- تعلق مع اللہ

3- دور حاضر کی زبان اور ابلاغی اسلوب پر عبور



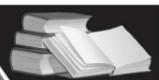
مفتي محمود اشرف رحمۃ اللہ علیہ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے

مولانا محمد اکمل جمال

حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی رحمۃ اللہ علیہ 27 فروری 2022 کو کراچی میں مختصر علاالت کے بعد انقال کر گئے۔ آپ اسلامی سکالر، مصنف اور دارالعلوم کراچی کے دارالافتاء کے سربراہ تھے۔ وہ جامعہ اشرفیہ اور مدینہ یونیورسٹی کے سابق طالب علم تھے۔ ان کے تصحیح اور تحریری فتاویٰ کی تعداد ایک لاکھ سے زائد ہے۔ انہوں نے حدیث، تصوف، فقہ اور تفسیر پر تقریباً تین درجن کتابیں تصنیف کیں۔ وہ مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد تقی عثمانی اور مفتی محمد تقی عثمانی کے بھتیجے اور مولانا ذکی کیفی مرحوم کے بیٹے تھے۔ مندرجہ ذیل مضمون ان کے ایک شاگرد رشید کا پنے استاد کو خراج تحسین ہے۔ آپ بھی پڑھیں۔ ادارہ

مفتي محمود اشرف عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ہر شاگرد کے سب سے محبوب استاد تھے۔ اس امتداد بہت ہوتے ہیں، ہر استاد سے شاگردوں کی محبت ہوتی ہے، مگر یہ ایسے استاد تھے، جن سے ہر شاگرد کو ٹوٹ کر محبت کرتے دیکھا ہے۔ اس محبت کی کوئی وجہ ہے، تو وہ یہی کتاب اور اس سے جزاً تعلیم و تربیت کا وہ پاک رشته ہے، جس میں اخلاص، محبت اور ہمدردی کے علاوہ کچھ نہیں۔ اور اس کتاب اور اس کی تعلیم، شاگرد کی تربیت سے پھر جو رشته حضرت الاستاد کو تھا، وہ شاید و باید ان کی طرح کسی کو حاصل ہو۔

استاد بھی کی تربیت تو ایسی ہے کہ ان سے پڑھنے ہوئے ہر شاگرد کو قدم قدم پر، زندگی کے ہر موڑ پر ان کی تربیت ہی کام دیتی ہے، ان کا ایک ایک جملہ اتنا موثر کہ مجال ہے کوئی کام کرے اور استاد بھی کی اس سے متعلق کہی بات یاد نہ آئے۔ انداز تربیت اتنا پیارا، اتنا زلاکہ ایک جملہ دھراتے منہ مشہاس سے بھر آئے۔ جہاں تک کتاب سے ان کے رشته کا تعلق ہے، تو اس کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ انہوں نے خود کو صرف پڑھنے، پڑھانے تک محدود کر رکھا تھا، اس کے علاوہ ان کا کوئی دوسرا مشغله نہیں تھا، کتاب کے علاوہ گویا ہر چیزان کے نزدیک اس پیشے کا راقیب ہے۔ پانچویں صدی ہجری کے محدث شیخ ابو اسماعیل الأنصاری



”طلب حدیث“ کے متعلق فرماتے ہیں:

”هذا الشأن شأن من ليس له شأن سوى هذا الشأن“

ترجمہ: ”کہ یہ کام صرف وہی کر سکتا ہے، جس کا اس کے علاوہ کوئی مشغله نہ ہو۔“

ہم نے استاد جی کو اس مقولے کا زندہ مصدقہ پایا ہے، وہ اپنے استاد حضرت مولانا محمد ادريس کاندھلوی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا عبد اللہ صاحب حنفیہ کے ”تفرغ للعلم“ کی باتیں درس میں سناتے تھے، استاد جی درحقیقت، اس وصف میں خاص کر ان دو اساتذہ کے پرتو تھے۔

حقیقت یہ کہ اس زمانے میں استاد جی کی طرح خود کو صرف کتاب اور درس گاہ تک محدود رکھنا نہایت مشکل ہے، مگر استاد جی کی تو یہ جیسے فطرتِ ثانیہ بن چکی تھی، درس گاہ سے ان کی غیر حاضری مجھے یاد نہیں ہے، نہ یہ یاد ہے کہ وہ باہر کے کسی، جلسے، پروگرام یا کسی دوسری تقریب میں شریک ہوئے ہوں۔

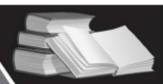
ایک پہلو کتاب سے ان کے رشتے کا یہ بھی ہے کہ استاد جی روز درس گاہ اشتریف لاتے ہوئے اپنی کتاب ساتھ لاتے تھے، ہمیشہ کتاب کو یوں سینے سے لگائے آتے، کبھی استاد جی کو کتاب بغل میں دبائے، یا ہاتھوں میں یوں اٹھاتے نہیں دیکھا، وہ کتاب ہمیشہ سینے سے لگائے رکھتے تھے۔ آہ! اب وہ ہم میں نہیں رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین

اللهم لاتحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعده۔ آمين



صحابی کالنجوم

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں اپنے رب سے اپنے صحابہ کے اختلاف کے بارے میں سوال کیا جو میرے بعد ہوگا تو میری طرف وحی کی گئی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے صحابہ میرے نزدیک آسمان کے تاروں کی مانند ہیں بعض بعض سے تو ہیں اور ہر ایک کے لئے نور ہے اپنے اختلاف میں وہ جس موقف پر ہیں ان میں سے کوئی کو اختیار کرے وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ تاروں کی مانند ہیں ان میں سے کس کی پیروی کرو گے ہدایت پاوے گے۔ (مشکوٰۃ)



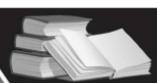
جامعہ دارالتحویٰ میں تقریب ختم بخاری شریف

تحریر و ترتیب: مولانا ناذوالکفل

مدرس دینیہ میں ہر سال مختلف تقریبات کی طرح ختم بخاری شریف کی تقریب بھی ایک ایسا پرمسرت موقع ہوتا ہے جس کا سال بھر انتظار کیا جاتا ہے۔ مدرسے سے فارغ ہونے والے طلبہ و طالبات کے لیے یہ موقع ساری زندگی کی یادگار ہوتا ہے جس سے ان کی حسین یادیں ہمیشہ کے لیے جڑ جاتی ہیں۔ جامعہ دارالتحویٰ میں ہر سال کی طرح اس سال بھی ختم بخاری شریف کی مبارک تقریب کا انعقاد کیا گیا جس میں جامعہ دارالتحویٰ شعبہ بنین کے طلبہ، اساتذہ اور سرپرست حضرات نے اپنی بھرپور شرکت سے اس تقریب کو مزین کیا۔

حسب روایت تقریب کوتلادوت کلام پاک سے شروع کیا گیا۔ جامعہ دارالتحویٰ کی مرکزی شاخ الہلال مسجد چوبرجی میں شعبہ تجوید کے استاد قاری عمرو صاحب نے اپنی خوبصورت آواز میں کلام پاک کا کچھ حصہ تلاوت فرمایا۔ تلاوت کلام پاک کے بعد مولانا ابو بکر تقشیدی صاحب نے ہدیہ نعمت پیش کیا۔ اس کے بعد جامعہ کی مرکزی شوریٰ کے رکن، استاد محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا عثمان صاحب زید مجدهم نے مختصر وقت میں آنے والے مجمع کو عموماً اور طلبہ دورہ حدیث کو خصوصاً انتہائی قیمتی نصائح سے نوازا۔

ایک دینی مدرسے سے پڑھ کر نکلنے والے طالب علم میں کیا صفات ہونی چاہئیں۔ اور معاشرے میں دینی اقدار کے فروع کے لیے اس پر کسی طرح کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔۔۔؟ دینی مدارس کے طلبہ کے والدین اور سرپرست حضرات کو بچوں کی تربیت کے حوالے سے کن امور کو مد نظر رکھنا چاہیے۔۔۔؟ ان تمام اہم اور تفصیلی موضوعات پر حضرت شیخ الحدیث صاحب نے بہت پر مغز گنتگوار مانی۔



حضرت استاد محترم کے بیان کے بعد دورہ حدیث کے طالبعلم نے مجتمع کے سامنے الوداعی نظم پیش کی اور اس کے بعد اس تقریب کے مہمان خصوصی اور محفل کی رونق و فاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب کو حدیث شریف کا آخری درس دینے اور مجتمع سے خطاب کے لیے دعوت دی گئی۔

ہمیشہ کی طرح اس دفعہ بھی حضرت قاری صاحب نے انتہائی شفقت کا معاملہ فرماتے ہوئے اپنی گونا گوں مصروفیات کے باوجود ادارے کے لیے وقت نکالا جس پر ادارہ ان کا بے حد منون ہے۔ حضرت مولانا قاری حنیف جالندھری صاحب نے تقریباً ایک گھنٹے کے قلیل وقت میں طلبہ دورہ حدیث اور آنے والے مجتمع کے لیے بہترین اور مفصل گفتگو فرمائی۔ طلبہ علماء کی معاشرے میں ذمہ داریاں، مختلف پلیٹ فارمز پر مدارس کی تربیتی، انسانی زندگی میں نیک صفات بالخصوص تقویٰ اور اخلاق کی اہمیت، مختلف حالات حاضرہ پر تبصرے کے ساتھ ساتھ بخاری شریف کی آخری حدیث پر سیر حاصل عملی گفتگو سے حاضرین مجلس کو مستفید کیا۔ بیان کے بعد فضلاء کرام کی دستار بندی کی گئی اور حضرت قاری صاحب کی بابرکت دعا سے ہی یہ مبارک مجلس اپنے اختتام کو پہنچی۔



ہر ماہ با تاعدگی سے شائع ہونے والا

ترتیبی، اصلاحی اور تبلیغی رسالت

تاہبہ حضرات اپنے کاروبار اور مصنوعات کی موثر تہشیر کے لئے ماہنامہ دارالتفویٰ کا اختیاب کریں



ماہنامہ دارالتفویٰ



سوانح حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مرتب: مولانا ذوالکفل

استاذ جامعہ دارالتحقیقی، لاہور

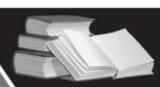
قطع نمبر 23

مجد و تبلیغ حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی جہد مسلسل سے عبارت ہے آپ نے اپنی حیات مستعار کی سات دہائیاں دین کی اشاعت اور تبلیغ کی محنت میں وقف کر دیں۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جدائی یقیناً ایک عظیم قومی و ملی سانحہ ہے اور یہ ایسا خلا ہے جو شاید کبھی پر نہ ہو سکے لیکن قدرت کے فیضوں کے آگے کون ٹھہر سکتا ہے، آخر سب کو جانا ہے اور جانے والے کبھی واپس نہیں آتے، ہاں ان کی حسینی یادیں ہمیشہ ہماری زندگی کا حصہ بن جاتی ہیں۔

ان کے انتقال کے بعد یہ بات شدت سے محبوس ہوئی کہ ان کی حقیقی احوال و واقعات تجھیں ہو جائیں تاکہ ان کی سیرت و کردار کے درخشن پہلوامت کے سامنے آسکیں اور ان کی زندگی کا مطالعہ کر کے لوگوں کو بھی اپنی زندگی کا رخ متعین کرنے میں مدد اسکے۔ اسی مقصد کے پیش نظر جامعہ کے شعبہ ثروہ اشاعت نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات، دینی و تبلیغی خدمات، تقسیم ہند سے قبل اور بعد کے تبلیغی حالات و واقعات کو خوبصورت انداز میں سیکھا کرنے کا بیڑہ اٹھایا اور مختصر عرصے میں تقریباً سات صفحات کی ضخیم کتاب تیار ہو گئی جو بحمد اللہ چھپ کر منتظر عام پر آچکی ہے جس کی طباعت اول ہاتھوں ہاتھ بک گئی ہے اب اس کی طباعت ثانی پر کام جاری ہے قارئین کے فائدے اور دلچسپی کے لئے اسے ماہنامے میں قسط و ارشائیں کیا گیا ہے۔ امید ہے قارئین اسے پسند فرمائیں گے۔

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پاکستان میں

پاکستان پہنچنے کے بعد معلوم ہوا کہ تبلیغ سے وابستہ چند چیدہ چیدہ آدمی ہیں، جو کراچی، لاہور اور راولپنڈی میں آباد ہیں، اس لیے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان احباب سے ملنے کبھی کراچی، کبھی لاہور اور کبھی راولپنڈی جاتے تاکہ یہاں پاکستان میں دعوت تبلیغ کا کچھ کام شروع ہو جائے۔ چنانچہ احباب نے بار بار آپس میں



ملاقاں تیں کیں اور باہم اکٹھے ہوئے تو پھر سوچنے لگے کہ ہماری جماعت کا یہاں کوئی مرکز ہونا چاہئے کوئی ٹھکانا ہونا چاہئے تاکہ ہم خوب دل جمعی اور اطمینان خاطر کے ساتھ دین کی محنت کر سکیں۔

ایک چلسی کی تشکیل

چنانچہ مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں جب دریافت کیا گیا تو انہوں نے ایک جماعت تشکیل کی، جس کا امیر میاں جی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو بنایا اور ان سے فرمایا کہ تم لوگ ایک چلسی کا و! دس دن مشرق کی جانب، دس دن مغرب کی جانب، دس دن شمال کی جانب، دس دن جنوب کی جانب، اور فرمایا کہ: ”چلسی کے بعد ساری جماعت آپس میں مل بیٹھ کر استخارہ کرے اور مشورہ کرے کہ ہمیں کہاں اپنا مرکز اور ٹھکانا بنانا چاہیے؟ چنانچہ جماعت نے حسب ارشاد دس دن مشرق کی جانب، دس دن مغرب کی جانب، دس دن شمال کی جانب اور دس دن جنوب کی جانب لگائے۔ دوران چلسی انہیں ایک میواتی نوجوان ملے۔ جن کا نام میاں جی سلیمان تھا اور وہ قرآن مجید کے حافظ تھے۔ میاں جی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا کہ ہم دین کا بڑا مرکز بنارہ ہے ہیں تم بھی آ جاؤ، ہم تمہیں اپنا امام بنائیں گے۔ تو وہ بھی ساتھ ہو گئے اور وہ بعد میں ۱۹۵۳ء سے لے کر ۱۹۹۲ء تک رائے و نظر مرکز کے امام رہے۔

چنانچہ پاکستان پہنچنے کے اگلے ہی سال ۱۹۷۸ء میں لاہور یگم پورے کی مسجد اور مدرسہ ضیاء القرآن میں پہلا تبلیغی اجتماع ہوا۔ اس میں بہت سے میواتی حضرات موجود تھے۔ سید عنایت اللہ شاہ بخاری کو قریشی صاحب نے بیان کے لیے کھڑا کیا لیکن کچھ دیر کے بعد کسی وجہ سے انہیں بٹھا دیا۔ قریشی صاحب کو مولانا الیاس صاحب کی طرف سے اجازت تھی کسی کو بھی اصول سے ہٹ کر بیان کرتا دیکھیں تو پرچی بھیج کر بیان سے بٹھا دیں۔ حاجی صاحب فرماتے تھے ان کے علاوہ کسی کو اجازت نہیں تھی کہ بیان کے دوران کسی کو بیان سے روک دے۔ پاکستان میں کام کے اصول سے سب سے زیادہ واقف قریشی صاحب تھے۔ براہ راست مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کام کیکھے ہوئے تھے۔

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قریشی صاحب فرماتے تھے کہ عقل تو اللہ نے ہمیں دی ہے۔ باقی تیسری رائے سے وحشت نہیں ہوتی ہے کیونکہ تو اپنی بات تو کرتا نہیں یا تو مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یا مولوی یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بات ہوتی ہے۔ باقی مجھے سب پتہ چل جاتا ہے کون کس کی پڑھائی ہوئی رائے دے رہا ہے۔ پھر اس کے بعد کراچی ایک قسم کا کام کا مرکز بن گیا اس کے بعد چونکہ ایک ختم نبوت کی

تحریک چلی جس نے پورے ملک خاص طور سے پنجاب کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس دوران بھی حاجی صاحب اور ان کے ساتھی کام میں مشغول رہے۔ اگلے سال سنہ میں اجتماع ہوا اس وقت جو حضرات نظام الدین سے لا ہور آئے تھے ان میں بھائی عبدالخالق، بھائی تنور، بھائی یاسین صاحب، بھائی اور ایس قریشی صاحب وغیرہ حضرات تھے اور ادیس قریشی صاحب ان لوگوں میں سے ہیں جو حاجی صاحب کو نظام الدین سے ہی جانتے تھے۔ ان کے ناتھ پور سکری کی مسجد کے امام تھے جو بریلوی مکتبہ فکر کی ایک بڑی مسجد تھی اور نظام الدین کے زمانے میں ان کے والد نے حاجی صاحب سے کہا ہوا تھا کہ دفتر سے آکر کھانا ہمارے ہاں کھالیا کرو بھائی اور ایس قریشی صاحب لا ہور میں اسلام پورہ میں آباد ہوئے ان کی اولاد وہیں رہتی ہے۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۵۰ء میں کراچی میں مشورہ ہوا وہاں یہ طے ہوا کہ رائے ونڈ کو مرکز بنانا چاہے حاجی صاحب تو ٹھیکیہ اس کو کہتے تھے مولانا یوسف صاحب نے فرمایا: کہ پٹھیہ نہیں مرکز ہے پاکستان کا مرکز ہے رائے ونڈ حاجی صاحب نے فرمایا کہ مرکز نہ کہیں اس کو یہ ٹھیکیہ ہے رائے ونڈ پہلے ضلع قصور میں تھا بعد میں ضلع لا ہور میں آیا اور اسی مشورے میں قریشی صاحب کی امارت کا بھی طے ہوا چنانچہ ۱۹۵۱ء میں پھر یہ حضرات رائے ونڈ آئے جن میں مولانا نیازی عبداللہ، حافظ سلیمان صاحب، حافظ نور الدین اور میاں جی اسماعیل۔

حافظ نور الدین اور میاں جی اسماعیل دونوں سے بھائی تھے۔ میاں جی اسماعیل بڑے تھے اور حافظ نور الدین چھوٹے تھے اور حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ سب حضرات یہاں آئے سب سے پہلے انہوں نے چھوٹے رائے ونڈ میں قیام کیا ایک مسجد میں چھوٹا رائے ونڈ میں کام شروع ہوتے ہی پھیل گیا پہلے پرانا جو رائے ونڈ تھا ہمارا مرکز اس کے تھوڑا سا تھا آبادی تھی چھوٹی سی وہ چھوٹا رائے ونڈ کہلاتا تھا وہاں کی ایک مسجد میں ٹھہرے۔ پھر نماز کا وقت آیا حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو جماعت لے کر پہنچتے تھے پھر گشتون میں نکل جاتے تھے تو نماز کا وقت آیا تو انتظار کرتے رہے کہ کوئی امام نہیں آ رہا تو مقامیوں سے پوچھا انہوں نے کہا کہ امام پہلے فلاں گاؤں میں نماز پڑھائے گا پھر آ کر ہمیں نماز پڑھائے گا۔ ہمارے ساتھی کہنے لگے کہ یہ تو مشکل ہے کہ ایک نماز دوبارہ پڑھائے گا تو یہ چھوٹا رائے ونڈ چھوڑ کر آگے شہر کی طرف وہ بڑا رائے ونڈ تھا جہاں آبادی تھی بازار تھے اس سے متصل جو آبادی تھی وہ بڑا رائے ونڈ تھا وہاں چلے گئے وہاں ایک مسجد میں قیام کیا جب وہاں پہنچ گئے تو وہاں بھی یہی معاملہ تھا کہ امام پہلے کسی گاؤں میں نماز پڑھائے گا غالباً عصر کی نماز تھی پھر یہاں پڑھائے گا۔ انہوں نے رائے ونڈ چھوڑ کر شہر کی طرف جو بازار

میں غیر مقلد حضرات کی مسجد تھی وہاں چلے گئے۔ انہوں نے پہلے تو خوب استقبال کیا کچھ دن وہاں قیام کیا بعد میں انہوں نے ٹوکنا شروع کر دیا یہ سنت نہیں یہ بدعوت ہے یہ شرک ہے وہ پیچھے پڑے رہے تو یہاں سے چھوڑ کر اسٹیشن کی دوسری طرف ایک مسجد تھی چھوٹی سی چند گھروں کی آبادی تھی اس مسجد میں قیام کیا تو وہ ختم پڑھانے کے لیے آگئے تو انہوں نے کہا کہ ہم تو ختم پڑھتے نہیں مسجد والوں نے کہا نکلو، یہاں سے انہوں نے نکال دیا یہاں سے نکلے تو آگے ایک قبرستان تھا اسٹیشن کی دوسری طرف، قبرستان کی صفائی کر کے چٹائی بچھا کر وہاں بیٹھ گئے وہاں کوئی فوتگی ہوئی تو وہ میت کو لے کر آئے کہا کہ فاتحہ پڑھو انہوں نے کہا ہم فاتحہ نہیں پڑھتے انہوں نے کہا کہ نکلو یہاں سے تو وہ دوبارہ اسی مسجد میں آگئے۔ حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ ہم کب تک بلی کے بچے کی طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ پھرتے رہیں گے ادھر ادھر گھومتے رہیں گے جیسے بلی کے بچے کے بارے میں مشہور ہے کہ اپنے بچوں کو لے کر سات جگہ گھومتی ہے اس وقت حاجی صاحب نے قریشی صاحب سے بات کی اور قریشی صاحب نے پھر ملک دین محمد سے بات کی۔

رائے و نڈ مرکز کی جگہ کا حصول

جب حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی جماعت کو ان مشکلات کا سامنا ہوا تو حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قریشی صاحب سے بات کی۔ بھائی شیع قریشی صاحب نے ملک صاحب سے بات کی۔ ملک دین محمد صاحب کے ایک قریبی عزیز ملک غلام محمد صاحب تھے جو قائد اعظم کے بعد پاکستان کے پہلے گورنر جنرل بنے۔ ملک دین محمد صاحب نے ملک غلام محمد صاحب سے درخواست کی کہ موجودہ رائے و نڈ مرکز کی زمین اس جماعت کے لیے وقف کر دی جائے۔ یہ زمین کسی کی ذاتی ملکیت نہیں تھی بلکہ جب اس کو الٹ کیا جانا تھا تو کسی ایک کے نام الٹ ہونی تھی تو جماعت نے آپس میں مشورہ کر کے میاں جی عبد اللہ کے نام کروالی اور اس کی وجہ بھی یہ تھی کہ میاں جی عبد اللہ صاحب سب میں بڑے تھے۔ چنانچہ اس طریقے سے رائے و نڈ مرکز میں جگہ کی تعین اور کام کا آغاز ہوا۔

رائے و نڈ مرکز کے ابتدائی حالات

جب مرکز کی جگہ حاصل ہو گئی تو ان حضرات نے بڑی جان فشاری کے ساتھ وہاں پر دعوت کا کام شروع کر دیا۔ حافظ سلیمان صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں کبھی آدھی روٹی سوکھی ملتی کبھی اس سے بھی کم۔ ہم نہ کسے ساتھ کھاتے تو میاں جی عبد اللہ صاحب فرماتے: ”لوٹ لو بھوک کے مزے، رائے و نڈ میں ایک وقت آئے گا جب یہاں کبھی فقر و فاقہ نہ ہوگا۔“ (جاری ہے)

بیس ملکوں کا سفر نامہ

مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

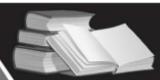
قطع نمبر 27

سفر نامہ بیان یہ ہے جسے مسافر سفر کے دوران یا منزل پر پہنچ کر اپنے تجربات اور مشاہدات کی مدد سے تحریر کا جامدہ پہناتا ہے اور اپنی گزری ہوئی کیفیات سے دوسروں کو واقعہ کرتا ہے۔ راہ میں پیش آنے والے اپنے تجربے، سنتجواب اور اضطراب کو اس طرح سے قلم بند کرتا ہے کہ پڑھنے والے کے سامنے نہ صرف پوری تصویر آجائی ہے بلکہ اس مقام سے متعلق تمام معلومات مع تفصیل اس کے علم اور آگہی میں اضافہ کر دیتی ہیں۔ ”جہان دیدہ“ بھی ایسا ہی ایک سفر نامہ ہے جو شیخ الاسلام حضرت مفتی تقی عثمانی مدظلہ کے سفر ناموں کا بہلا مجموعہ ہے جو بیس ملکوں کے سفر کی تفصیل اور رواد پر مشتمل ہے۔ قبل ازیں آپ ان صفحات پر حضرت مفتی صاحب کا سفر نامہ ”سفر در سفر“ پڑھ چکے ہیں جسے قارئین نے بہت پسند کیا۔ اب قط وار ”جہان دیدہ“ شائع کیا جا رہا ہے جو نہایت لچک پ اور اپنے اندر پیش بہا معلومات کا خزینہ لئے ہوئے ہے، امید ہے قارئین پسند کریں گے اور یہ سلسلہ ان کے علم و عمل میں اضافے کا باعث بنے گا۔ ان شاء اللہ

فسطاط کا علاقہ

امام شافعی رضی اللہ عنہ کے مزار کے پاس مصر کا بڑا عظیم الشان مدرسہ تھا، جس میں بڑے جلیل القدر اہل علم پڑھتے پڑھاتے رہے ہیں، اب بھی یہاں درس اور ذکر کے کچھ حلقات ہوتے ہیں۔ لیکن باقاعدہ مدرسہ کی شکل باقی نہیں رہی، جب ہم مزارات سے فاتح پڑھ کر فارغ ہوئے تو مسجد میں ذکر بالبھر کا ایک حلقة ہو رہا تھا، لیکن اب یہ چیزیں رسوم کی حد تک باقی رہ گئی ہیں، اتباع سنت کا اهتمام جوذ کر و عبادت کی روح ہے، خال خال ہی کہیں نظر آتا ہے۔

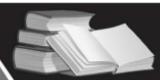
ڈاکٹر شافعی نے جواہر کے رہنمائی تھے۔ بتایا کہ یہاں سے کچھ فصلے پر حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا مزار بھی واقع ہے، لیکن راستہ ایسا ہے کہ گاڑی وہاں نہیں جاسکتی۔ پیدل چلنے کے لیے بھی جگہ جگہ رکاوٹیں ہیں، اور اندر ہیرا بھی ہو گا۔ لیکن اتنے قریب آچنے کے بعد ایک جلیل القدر صحابی کے مزار پر حاضر نہ ہونا



کفران نعمت تھا، احتقر نے وہاں حاضری کی خواہش ظاہر کی تو انہوں نے جامع شافعی سے ایک صاحب کو بطور رہنمہ ساتھ لیا اور ان کی رہنمائی میں ہم چل پڑے۔ یہ پورا علاقہ آج کل کی تمدنی زبان میں ”پسماندہ“ علاقہ ہے، مکانات کے کے، راستے ٹوٹے پھوٹے، جگہ جگہ تنگ و تاریک گلیاں۔ لیکن مجھے یہ علاقہ وسط شہر کے ترقی یافتہ علاقوں سے زیادہ محبوب معلوم ہوا، اول تو اس لئے کہ یہاں لوگوں میں وسط شہر کے مقابلے میں تین کا زیادہ غلبہ نظر آیا۔ اور قدیم روایتی اخلاق کی ایک جھلک محسوس ہوئی، دوسرے اس لیے کہ ڈاکٹر شافعی نے بتایا کہ یہ قاہرہ کا قدیم ترین علاقہ ہے اور فسطاط کا شہر اسی قرب و جوار میں واقع تھا۔ فسطاط کا نام آتے ہی قلب وہن میں ماضی کے واقعات کی ایک فلم چلنے لگی، کیونکہ یہ شہر صحابہ کرام کا بسایا ہوا تھا۔

در اصل آج جس جگہ قاہرہ واقع ہے، تاریخ میں یہاں یکے بعد دیگرے تین عظیم الشان شہر آبادر ہے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں موجودہ قاہرہ کا مغربی علاقہ فرعونوں کا پایہ تخت تھا، لیکن اس وقت یہ شہر منف کہلاتا تھا اور دریائے نیل کے مغربی کنارے کی طرف آباد تھا۔ اور یہ ہی جگہ ہے جو آج جیزہ کہلاتی ہے، اور جہاں اہرام مصر واقع ہیں، منف کا یہ شہر صدیوں آبادر رہا۔ لیکن بخت نصر کے حملے میں یہ تاخت و تاریخ ہو کر ویران ہو گیا۔ بعد میں سکندر مقدونی نے جب ملک مصر فتح کیا تو اپنا پایہ تخت اس علاقے کے بجائے بحر روم کے ساحلی علاقے کو بنایا، وہاں ایک نیا شہر بسایا جو آج تک سکندریہ کے نام پر اسکندریہ کہلاتا ہے۔ اسکندر یہ بھی صدیوں تک مصر کا پایہ تخت رہا اور جس وقت حضرت عمر بن الخطاب کے عہد خلافت میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مصر پر حملہ کیا، اس وقت تک موقوس کا دارالحکومت اسکندریہ ہی تھا۔ اور جس جگہ آج قاہرہ آباد ہے، وہاں کوئی بڑا شہر موجود نہ تھا، بلکہ ایک فوجی قلعہ تھا جو حملہ آوروں کی پیش قدمی کو روکنے کے لیے بنایا گیا تھا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء نے مصر کے چند ابتدائی علاقے فتح کرنے کے بعد اس قلعے کا محاصرہ کیا۔ یہ محاصرہ چھ مہینے جاری رہا۔ اس پورے عرصے میں قلعہ پر چڑھنے کا کوئی راستہ نہ تکلا، بالآخر چھ ماہ گزرنے کے بعد حضرت زیبر بن عوام رضی اللہ عنہ نے قلعے کے ایک حصے میں پاؤں رکھنے کی کوئی گنجائش دیکھی تو قلعے کے اس حصے پر ایک سیر ہے نصب کر دی اور اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

”میں اپنی جان اللہ کو ہدیہ کرتا ہوں، جو میرے پیچھے آنا چاہے آجائے۔“



یہ کہہ کر حضرت زیر نے سیر ہی پر چڑھنا شروع کیا، آپ ﷺ کے پیچھے اور بھی متعدد حضرات سیر ہی پر چڑھنے لگے، یہاں تک کہ سب سے پہلے حضرت زیر ﷺ قلعے کی فصیل پر پہنچ گئے، دوسرے حضرات کو حوصلہ ہوا اور انہوں نے مزید سیر ہیاں لگا کر چڑھنا شروع کیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی اور مقوی نے بھاگ کر جزیرہ کے قلعے میں پناہ لی۔ جس کا واقعہ روضہ کے تعارف میں پہلے لکھ چکا ہوں۔ علامہ حمویؒ نے لکھا ہے کہ یہ سیر ہی جو حضرت زیر ﷺ نے قلعے پر چڑھنے کے لیے استعمال فرمائی تھی، 390ھ تک سوق وردان کے ایک گھر میں محفوظ تھی۔ پھر ایک آتشزدگی کی وجہ سے ضائع ہو گئی۔

اس قلعے پر حملہ کرنے کے لیے حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ نے ایک بڑے خیمه قلعے کے سامنے نصب فرمایا تھا۔ پیش قدمی کا ارادہ فرمایا تو اس خیمے کو اکھاڑ کر ساتھ لے جانا چاہا، لیکن جب اکھاڑنے کے لیے آگے بڑھنے تو دیکھا کہ خیمے کے اوپر کی جانب ایک کبوتری نے انڈے دے رکھے ہیں اور ان پر بیٹھی ہے خیمہ اکھاڑنے سے یہ انڈے ضائع ہو جاتے۔ اس لیے حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کبوتری نے ہمارے خیمے میں پناہ لی ہے اس لیے خیمے کو اس وقت تک باقی رکھو جب تک یہ بچے پیدا ہو کر اڑنے کے قابل نہ ہو جائیں۔ چنانچہ خیمہ باقی رکھا گیا اور حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ نے چند فراہد کو وہاں چھوڑ کر اسکندریہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

اسکندریہ کی فتح میں بھی چھ مہینے لگے، لیکن بالآخر اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی تو حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ نے اسکندریہ کو اپنا مستقر بنانے کے لیے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب فرمائی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ ”مسلمانو۔ کسی ایسی جگہ اپنا مستقر نہ بناؤ جہاں میرے اور مسلمانوں کے درمیان کوئی دریا یا سمندر حائل ہو۔“ اس لیے حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقاء سے مشورہ کیا کہ ”ہم کس جگہ کو اپنا مستقر بنائیں؟ اس پر بعض حضرات نے مشورہ دیا کہ:

”جناب امیر، ہمیں اسی جگہ جانا چاہیے جہاں آپ کا خیمہ نصب ہے۔ وہاں پانی (دریائے نیل) ہمارے قریب بھی ہوگا اور ہم صحرائیں بھی ہوں گے۔“

چنانچہ حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ اس مشورے کو قبول فرمایا اور اسی جگہ واپس تشریف لے گئے جہاں خیمہ نصب تھا اور یہاں مسلمانوں کا ایک شہر آباد کیا۔ اس وقت تک شہر کا کوئی نام نہیں رکھا گیا تھا، اس لیے لوگ چند روز تک پتہ بتانے کے لیے اسی فسطاط (خیمے) کا حوالہ دیتے رہے کہ ”میری جگہ فسطاط کے

دائیں جانب ہے، کوئی کہتا کہ ”میری جگہ فسطاط کے بائیں جانب ہے“ ہوتے ہوتے اس شہر کا نام ہی فسطاط مشہور ہو گیا اور یہ مصر میں مسلمانوں کا پایہ تخت قرار پایا۔ اور صدیوں تک اسلامی تہذیب و تمدن کا مرکز بنارہ۔ یہ شہر دریائے نیل کے مشرقی ساحل پر آباد تھا۔

پھر 358ھ میں انشیدیوں کے دور حکومت میں فاطمی بادشاہ معزال الدین نے اپنے ایک غلام جوہر کے ذریعے فسطاط پر حملہ کیا اور اسے اپنے زیر نگین لے آیا۔ فسطاط کے باشندوں نے اس شرط پر اس کے ساتھ صلح کی کہ وہ ان کے ساتھ شہر فسطاط میں نہیں رہے گا۔ چنانچہ جوہر نے اس شرط کی پابندی کرتے ہوئے فسطاط سے باہر نکل کر قیام کیا، اور وہاں ایک قلعہ بنایا اور اس قلعہ کا نام ”القاهرة“ رکھا، یہ قلعہ فاطمیوں کے دور میں سرکاری دفاتر اور امراء کی قیام گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا، لیکن عام سکونتی شہر فسطاط ہی تھا، لیکن جب سلطان صلاح الدین ایوبی کی حکومت آئی تو انہوں نے ”قلعہ القاهرہ“ کو عام سکونت کے لیے کھول دیا اور خود ”قلعہ الجبل“ میں رہنے لگے جس کا تذکرہ پیچھے آچکا ہے۔ اس وقت سے قاہرہ باقاعدہ سکونتی شہر بن گیا، یہ شہر فسطاط کے شمال مغرب میں دریائے نیل کے مشرقی ساحل پر آباد تھا۔ یہاں تک کہ پانچویں صدی ہجری میں فسطاط کا شہر آتشردگی وغیرہ کی بنا پر تباہ ہو گیا۔ اور صرف قاہرہ باقی رہ گیا جواب تک چلا آتا ہے اور اب اس نے وسعت اختیار کر کے نہ صرف فسطاط کے علاقے بلکہ جزیرہ جزیرہ اور فرعون کے دور کے منف کو بھی اپنے دامن میں سمیٹ لیا ہے۔

بہر کیف: حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کے مزار سے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے مزار تک جانے کے لیے بیشتر اسی علاقے سے گزرنا ہوا جہاں کبھی فسطاط آباد تھا، یہاں قدامت کے آثار قدم پر نمایاں ہیں۔ بہت سے پرانے گھرویران پڑے ہیں، جگہ جگہ احاطے ہیں، جن میں قبرستان بنے ہوئے ہیں، نہ جانے یہ علاقے کتنے علماء، فقہاء، محدثین، کیسے کیسے اولیاء اللہ اور مجاہدین کا مرکز رہا ہوگا، یہ ان ٹوٹے پھوٹے راستوں پر چلتا رہا، اور چشم تصور یہاں قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی چلتی پھرتی تصویریں دیکھتی رہی۔ یہاں تک کہ رہنماء ایک چھوٹی سی مسجد کے دروازے پر لے جا کر کھڑا کر دیا جس کے آس پاس ٹوٹے پھوٹے مکانوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ اسی مسجد کے ایک حصے میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا مزار ہے، وہاں سلام عرض کرنے کی توفیق ہوئی۔ (جاری ہے)

پاکستان میں عدالتی نظام کی بہتری کے لیے تجویز

عبداللہ عبدالصاحب

ہمارا عدالتی اور قانونی نظام انگریزوں کا وضع کردہ ہے، درمیان میں ہم نے اسلامی قانون کی باتیں بھی شامل کی ہیں۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ قانون کے اندر آپ بہت کچھ اسلامی لے آئے ہیں لیکن جو عدالتی نظام ہے وہ بنیادی طور پر برطانوی اسٹرکچر پر کھڑا ہے۔ اس وجہ سے حج کے جواختیرات ہوتے ہیں وہ وہی ہیں جو برطانیہ کے نظام میں حج کے پاس ہوتے ہیں تو ہم اس کو ایڈورسیل سسٹم کہتے ہیں، اس میں ایک مدعا ہے اور ایک مدعاعلیہ ہے یا کریمنل کیس میں ایک استغاثہ ہے اور ایک ملزم ہے۔ ایک پارٹی نے دوسرے پر الزام لگایا، دوسری پارٹی کو صفائی پیش کرنی ہے، باریشوں اس پارٹی پر ہے جس نے دعویٰ کیا ہے اور ملزم کو معصوم سمجھا جائے گا جب تک اس کے خلاف جرم ثابت نہ ہو۔

حج ان دونوں کو دیکھتا ہے اور دونوں نے دعویٰ اور جواب دعویٰ پیش کیا، دونوں نے جوشواہد پیش کیے ان کے جائزے کے بعد، انہی تک محدود رہتے ہوئے فیصلہ کرنا ہے۔ اسلامی نظام میں قاضی ہوتے تھے۔ اس میں ایسا نہیں تھا۔ اس میں قاضی کا کام اصل میں عدل کو یقینی بنانا تھا اور یہ اس کی ذمے داری تھی، اس وجہ سے اگر قاضی محسوس کرتا اگر وہ کسی اہم چیز کو سامنے نہیں لے کر آرہے جس کا تعین کیے بغیر عدل ممکن نہیں یا اگر ایک پارٹی مظلوم ہو لیکن وہ یہ ثابت نہیں کر پا رہی کہ وہ مظلوم ہے لیکن قاضی کو اندازہ ہو رہا ہے تو باریشوں اس پارٹی پر نہیں ہو گا، بلکہ قاضی حکومتی مشینزی کو استعمال کرے گا اور پتا چلائے گا کہ کیا واقعی اس کے ساتھ ظلم ہوا ہے یا نہیں۔



سول لاسٹم میں اس قسم کے اختیارات بہت سارے ممالک میں یہ اب بھی رائج ہیں، اسے انکوئریوریل (Inquisitorial) سسٹم کہتے ہیں۔ اس میں قاضی اپنی طرف سے سوال بھی معین کر سکتا ہے، کوئی ایشیو بھی فریم کر سکتا ہے، وہ شواہد اکٹھے کرنے کے لیے ذمے داری بھی سونپ سکتا ہے۔ قاضی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوتا ہے۔

پاکستانی نظام میں چوں کہ ایڈورسریل سسٹم ہے اس میں اگر ہم فوجداری مقدمات کو لیں، ان میں ڈرائیونگ سیٹ پر نجی نہیں بیٹھا ہوتا بلکہ استغاثہ ہوتا ہے۔ استغاثہ جوازام لگانے گا اسی کو ہم دیکھیں گے۔ اس وجہ سے جب چالان عدالت کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ استغاثہ نے اپنی اسٹوری بیان کر لی، یہ اس کا محرك ہے اور فلاں بندہ اس کا مرتكب ہے۔ اس کو ہم پر اسیکیوشن اسٹوری کہتے ہیں۔ مدعاعلیہ کو اس کا جواب دینا ہے کہ وہ جوابی اسٹوری دے۔ نجی کو ان دونوں کو دیکھنا ہے۔ ممکن ہے کہ پر اسیکیوشن نے غلط اسٹوری بنائی ہو، اس کا فائدہ ملزم کو پہنچ رہا ہو، ملزم با اثر شخصیت ہو یا استغاثہ اپنا صحیح کردار ادا نہیں کر رہا ہو۔

جزل مشرف کے دور میں ہم نے پولیس کے نظام میں کچھ تبدیلیاں کی ہیں۔ اب تنقیش کا ایک الگ شعبہ ہوتا ہے، استغاثہ ایک الگ شعبہ ہوتا ہے۔ اب جو پر اسیکیوشن آفیسر ہے اس کے پاس چالی ہے، وہ تنقیش میں کوئی کمی بیشی کرے گا تو اس کے نتیجے میں چالان کم زور ہو گا۔ استغاثہ کے پاس بھی کوئی چوائی نہیں ہوتی۔ حالیہ شاہر خ جتوئی کیس کو مثال کے طور پر لے لیں۔

اس میں استغاثہ کہے کہ مقتول کے وارث نے معاف کر دیا ہے اور ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں تو عدالت کے پاس کوئی اختیار نہیں، مقتول کا وارث اپنا حق تو معاف کر سکتا ہے لیکن اس بندے نے ایک مخصوص فرد کے ہی حق کی خلاف ورزی نہیں کی بلکہ اس نے پورے معاشرے کو ہلا کیا ہے۔
(جاری ہے)



تبصرہ کتب

اصلائی بیانات۔ حافظ محمد ابراہیم مجددی نقشبندی

تعداد صفحات۔ 271

ناشر الکھف پبلیکیشنز

تبصرہ: عبدالودود ربانی

ماہ پرستی اور حرص و ہوس کے اس پرفتن دور میں جہاں ایک طرف انسانیت (مادی ترقی کے بام عروج پر پہنچنے کے باوجود) وحی کی روشنی نہ ہونے کی وجہ سے جہالت و تاریکی کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں ٹاک ٹویاں مار رہی ہے تو دوسری طرف اہل اسلام قرآن و حدیث کی دولت اور الوہی رہنمائی ہونے کے باوجود قرع پستی میں گرتے جا رہے ہیں۔ کامیابی و کامرانی کے لئے خالق کائنات نے جو واحد نسخہ اور فارمولہ بتایا ہے وہ تو ہے ”وَمَنْ يطعُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فازَ فِي الْفَوْزِ الْعَظِيمِ“ کہ کامیابی صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتابے ہوئے طریقوں میں ہی ہے اسی بات کو دوسرے مقام پر باری تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا۔ ”لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أَسْوَةً حَسَنَةٍ“ (کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے) ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم بحیثیت مسلمان آقاۓ نامدار رسالت مآب ﷺ کی حیات طیبہ کو بطور نمونہ اپنے سامنے رکھیں اور اس کے مطابق زندگی گزاریں۔



اللہ تعالیٰ علماء حقہ کو بہترین جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے ہر دور میں امت کی بھرپور رہنمائی کا فریضہ انجام دیا ہے اسوہ حسنہ اور سیرت طیبہ کے موضوعات پر ہر دور میں لاکھوں کتابیں مرصدہ شہود پر آئیں جن سے ایک معمولی سمجھ بوجھ اور واجبی علم رکھنے والا شخص بھی استفادہ کر سکتا ہے۔ زیر تبصرہ کتاب بھی اسی زریں سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ ”گلدستہ سنت“ حضرت مولانا پیر ذوالفقار نقشبندی مجددی مدظلہ کے خلیفہ نجاح حافظ محمد ابراہیم مجددی نقشبندی دامت برکاتہم کے اصلاحی بیانات کا مجموعہ ہے جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک سنتوں کے بارے میں ہے۔ چھ جلدوں پر مشتمل اس ”گلدستے“ میں اللہ کے رسول ﷺ کی سنتیں درج کی گئی ہیں ان کے عنوانات کچھ یوں ہیں۔ ”کھانا کم کھانے کے فائدے، پینے میں نبی ﷺ کی سنتیں، سنت برتن اور مسنون دعائیں، نبی کریم ﷺ کے پسندیدہ پھل اور میوے، مریض کی دلکشی بھال، لباس، سنت اور سائنس اور میزبانی اور مہمانی کے آداب“ وغیرہ۔ نہایت سہل اور آسان انداز میں نبی رحمت ﷺ کی سنتوں کو بیان فرمایا ہے۔ کہنے کا انداز ایسا دلنشیں ہے کہ خود بخود دل عمل کی طرف مائل ہوتا ہے۔ خوبصورت ٹائٹل کے ساتھ مضبوط جلد بندی اور اعلیٰ کاغذ پر بہترین طباعت کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ امت کو سنتوں والی زندگی عطا فرمائے اور اس نیک کام میں شریک سب کو درجہ بدرجہ جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

انتقال پر ملال

جامعہ دارالاقوی چوبرجی کے ناظم تعلیمات مولانا احسان صاحب کے بہنوئی گزشتہ دنوں انتقال فرماء

گئے تھے، ان اللہ و ان الیہ راجعون

شعبہ حفظ کے نائب ناظم مولانا قاری فاروق صاحب کے بڑے بھائی کا گزشتہ دنوں انتقال ہو گیا

تحا، ان اللہ و ان الیہ راجعون۔

اہل شوری، اساتذہ و طلبا جامعہ دارالاقوی کی طرف سے دلی تعزیت و دعا، اللہ تعالیٰ مرحومین کو

جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائیں اور لو حقین کو صبر جیل عطا فرمائیں، آمین ثم آمین۔



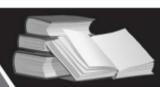
آپ کے مسائل کا حل

دارالافتاء وتحقیق

عشاء اور جمعہ کی رکعات کی تعداد

سوال:- محترم مفتی صاحب مندرجہ ذیل سوال کے بارے وضاحت درکار ہے نماز جمعہ اور عشاء کی کل رکعات کیا ہیں قرآن و حدیث اور فقہ حنفی کے مطابق (1) عشاء کی نماز کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ رکعات قرآن و حدیث اور فقہ حنفی کی روشنی میں بتا دیں کیونکہ ہم 17 رکعات اکٹھی پڑھتے ہیں کچھ لوگ کہتے ہیں یہ کہاں سے آئیں اس طرح نہیں پڑھتے اب مجھے تو 50 سال سے زیادہ ہو گئے اسی طرح پڑھتے ہوئے اب تو امام مسجد بھی اس طرح نہیں پڑھتے تو مسئلہ پوچھنا پڑا تفصیل اس طرح ہے کہ: 4 سنت غیر موكدہ (پڑھ لو یا چھوڑ دو) 4 فرض (لازمی) 2 سنت موكدہ (لازمی) جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھے (2) نفل (کہاں سے آئے) 3 وتر (تجدد کے وقت یا عشاء کی نماز کے ساتھ اگر دو تہائی رات کے وقت نہ اٹھ سکتے ہوں) یہ بعد والے 2 نفل (کہاں سے آئے) اگر تجد میں پہلے 2, 4, 8 یا 12 نفل جو پڑھنے ہیں تو وہ پھر وتر سے پہلے پڑھنے ہوں گے حدیث کی روشنی میں کہ آخری نماز وتروں کو بناؤ۔ ذرا تفصیل سے جواب دیں شکریہ کیونکہ مختلف آراء ہیں جن کی وجہ سے پوچھا 50 سالہ نمازوں میں شک پیدا کر دیا گیا ہے۔ (2) مفتی صاحب اسی طرح ہم دیوبندی جمعہ میں 14 رکعات پڑھتے ہیں پنجاب کے گاؤں میں چلے جائیں تو وہ 18 رکعات پڑھتے ہیں ظہر کے فرض احتیاط کے طور پر ہمیں یہ بات بھی عجیب لگتی ہے کیونکہ پہلے یہ نہیں تھا اور اہل حدیث جمعہ میں 2 سنت پہلے شاید تحریۃ المسجد 2 رکعت نماز جمعہ 2 سنت یا 4 سنت پڑھتے ہیں۔ اس کا بھی صحیح طریقہ و رکعات بتا دیں۔

جواب:- (1) احادیث کی رو سے عشاء کی 17 رکعات ثابت ہیں جن میں سے چار فرض دو سنت



اور تین وتر کے بارے میں تو بظاہر کسی کو کوئی اشکال نہیں لہذا ان کا حوالہ دینے کی ضرورت نہیں باقی رہی عشاء سے پہلے کی چار سنت اور عشاء کی دو سنتوں کے بعد دو نفل اور وتر کے بعد دو نفل تو ان کے حوالے مندرجہ ذیل ہیں۔

عشاء سے پہلے چار رکعت پڑھنے سے متعلق حدیث:

مختصر قیام لللیل لحمد بن نصر المروزی (صفحہ نمبر: 88) میں ہے:

و عن سعید بن جبیر رحمه الله: كانوا يستحبون أربعًا قبل العشاء الآخرة

ترجمہ: مشہور تابعی حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عشاء کی نماز سے پہلے چار رکعت پڑھنے کو مستحب سمجھتے تھے۔ عشاء کی دو سنتوں کے بعد دو نفل پڑھنے سے متعلق حدیث: سنن ابو داؤد (رقم الحدیث: 1348) میں ہے:

عن عائشة أم المؤمنين، أنها سئلت عن صلاة رسول الله صلى الله عليه

وسلم، فقالت: كان يصلى بالناس العشاء، ثم يرجع إلى أهله، فيصلى أربعاً، ثم يأوي إلى فراشه

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے رسول اللہ ﷺ کی نماز کی بابت پوچھا گیا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آپ ﷺ لوگوں کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ کر گھر آتے اور چار رکعتیں (دو سلاموں کے ساتھ، دو سنت موكدہ اور دو نفل) پڑھ کر بستر پر آرام فرماتے۔ وتر کے بعد دو رکعت سے متعلق حدیث: سنن ترمذی (رقم الحدیث: 471) میں ہے:

عن أم سلمة أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يصلى بعد الوتر ركعتين

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ وتر کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے۔ مندداری (رقم الحدیث: 1635) میں ہے:

عن ثوبان رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إن هذا السهر

جهد و نقل، فإذا أوتر أحدكم، فليركع ركعتين، فإن قام من الليل، وإنما كانت لاله

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (تجدد کے لئے) رات کو بیدار ہونا مشکل اور گراں ہوتا ہے، اس لئے جب تم میں سے کوئی آدمی (رات کے آخری حصے میں جانے کا) یقین نہ رکھتا ہو اور سونے سے پہلے یعنی عشاء کی نماز کے بعد وتر پڑھے، تو اسے چاہیے کہ دو

رکعتیں پڑھ لے، اگر وہ نماز تہجد کے لئے رات کو اٹھ گیا تو بہتر ہے اور اگر نہ اٹھ سکا، تو پھر یہ دو رکعتیں کافی ہوں گی۔ (2) جمعہ کی نماز کی 12 رکعات ہیں، نہ کہ 14 یا 18۔ ان بارہ رکعات میں سے جمعہ کی دو رکعات کے حوالے کی تو ضرورت نہیں باقی جمعہ سے پہلے اور بعد کی رکعات کے حوالے جات مندرجہ ذیل ہیں۔

جمعہ سے پہلے چار رکعت سنت کا حوالہ:

ابن حمّام الاؤسط للطبرانی (رقم الحدیث: 172) میں ہے:

عن عليٰ کان رسول الله يصلي قبل الجمعة اربعاء۔

ترجمہ: حضرت علیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ سے پہلے چار رکعت پڑھتے تھے۔ جمعہ کے بعد چھرکعت پڑھنے کا حوالہ: شرح معانی الاثار (رقم الحدیث: 1978) میں ہے:

عن ابی عبد الرحمن السلمی عن علیٰ انه قال من کان مصلیاً بعد الجمعة

فليصل ستا۔

ترجمہ: حضرت علیٰ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص جمعہ کے بعد نماز پڑھے اسے چاہیے کہ وہ چھرکعت پڑھے۔ ابن حمّام الکبیر للطبرانی (رقم الحدیث: 9550) میں ہے:

عن ابی عبد الرحمن السلمی قال کان عبد الله بن مسعود یعلمنا ان نصلی

اربع رکعات بعد الجمعة حتى سمعنا قول علیٰ : صلوا ستا۔ فقال ابو عبد

الرحمن فنحن نصلی ستا

ترجمہ: حضرت عبد الرحمن السلمی فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں سکھایا کہ ہم جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھیں یہاں تک کہ ہم نے حضرت علیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول سنائے کہ تم چھرکعت پڑھو ابود الرحمن کہتے ہیں پھر ہم چھرکعت پڑھتے تھے۔

نائیلوں کے بالوں کی خرید و فروخت کا حکم

سوال:- مسئلہ یہ معلوم کرنا تھا کہ بالوں کو لمبا کرنے کے لیے نائیلوں کے مصنوعی بال استعمال ہوتے ہیں۔ ان کی خرید و فروخت کرنا کیسا ہے؟۔



جواب:- نائیلوں کے مصنوعی بالوں کا چونکہ جائز استعمال بھی ہے اس لیے ان کی خرید و فروخت جائز ہے۔ (فتاویٰ نمبر: 19/9/40)

آفس میں جمعہ کی نماز ادا کرنا

سوال:- میں ایک پرائیویٹ کمپنی کے آفس میں کام کر رہا ہوں، جو دو منزلہ عمارت ہے۔ دوسری منزل پر ہم نماز کے لیے ایک کمرہ مختص کیا ہے، جس میں ہم جماعت کے ساتھ ظہر، عصر، مغرب اور بعض اوقات عشاء کی نماز بھی ادا کرتے ہیں۔ ہماری کمپنی کے مالک چاہتے ہیں کہ ہم نماز جمعہ بھی آفس میں ہی ادا کریں، اس کے لیے آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ آیا ہم اپنے آفس میں نماز جمعہ کرو سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اور اگر کرو سکتے ہیں تو اس کے لیے کن شرائط کو پورا کرنا پڑے گا۔

جواب:- مذکورہ صورت میں آپ کے لیے اپنے آفس میں جمعہ کروانا درست نہیں۔ اس کی دو وجہیں ہیں:

پہلی وجہ:

جمعہ کے صحیح ہونے کے لیے مجملہ دیگر شرائط کے ایک شرط یہ بھی ہے کہ جس جگہ جمعہ ادا کیا جائے وہاں ہر کسی کو جمعہ ادا کرنے کے لیے آنے کی اجازت ہو۔ اس شرط کو فقہائے کرام "اذن عام" سے تعبیر کرتے ہیں۔ البتہ اس میں کچھ تفصیل ہے، جو مندرجہ ذیل ہے:

1- اگر کسی شہر میں جمعہ کی اجازت حاکم کی طرف سے صرف ایک جگہ پڑھنے کی ہو تو جمعہ کی صحت کے لیے ضروری ہے کہ ہر وہ شخص جس پر جمعہ فرض ہے اس کو وہاں آکر جمعہ پڑھنے کی عام اجازت ہو ایسی عام اجازت کے بغیر جمعہ صحیح نہیں ہوگا۔

2- اسی طرح اگر کسی کا کوئی انفرادی گھر، محل یا دکان یا آفس ہو تو اس میں بھی جمعہ پڑھنا اس وقت تک جائز نہ ہوگا جب تک اس گھر محل، دکان یا آفس میں عام لوگوں کو آنے کی اجازت نہ دیدی گئی ہو، اور اس جگہ پر جمعہ کے ہونے کا اور عام اجازت کا باہر کے لوگوں کو علم بھی ہو نواہ شہر میں دوسری جگہ بھی جمعہ ہوتا ہو۔



3۔ اگر کوئی آبادی ایسی ہے جس میں معتمد بے لوگ رہتے ہیں اور وہ شہر کے اندر بھی ہے لیکن دفاعی، انتظامی یا حفاظتی وجہ سے اس آبادی میں ہر شخص کو آنے کی اجازت نہیں بلکہ وہاں کا داخلہ ان وجوہ کی بناء پر کچھ خاص قواعد کا پابند ہے تو اس آبادی کے کسی حصے میں ایسی جمہ پڑھنا جائز ہے جہاں اس آبادی کے افراد کو آکر جمہ پڑھنے کی اجازت ہو مثلاً بڑی جیل، فوجی چھاؤنی، بڑی فیکٹریاں ایسے بڑے ائرپورٹ جو شہر کے اندر ہوں اور ان میں سینکڑوں لوگ ہر وقت موجود ہوں لیکن ان میں داخلہ کی اجازت مخصوص قواعد کی پابند ہوتو ان تمام جگہوں پر جمہ جائز ہوگا، بشرطیکہ وہ شہر میں واقع ہو اور بڑی فیکٹری ائرپورٹ یا ریلوے اسٹیشن کے تمام افراد کو نماز کی جگہ آکر نماز جمہ پڑھنے کی کھلی اجازت ہو۔ اذن عام کی یہ تفصیل مولانا مفتی تقی عثمانی مذکونہ اپنے فقہی مقالات جلد چہارم ص 38 پر ذکر فرمائی ہے۔

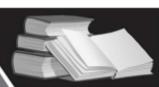
اس تفصیل کی روشنی میں سوال میں ذکر کردہ آفس کی نوعیت انفرادی گھر، محل یا دکان کی سی ہے۔ کیونکہ اس آفس میں سینکڑوں لوگ ہر وقت موجود رہتے ہوں ایسا نہیں ہے۔ لہذا اگر اس آفس میں محلے کے دیگر لوگوں کو جمہ کے لیے آنے کی اجازت ہی نہیں، یا اجازت تو ہے، لیکن باہر کے لوگوں کو اس جگہ جمہ ہونے اور اندر آنے کی اجازت کا علم ہی نہیں، تو اس میں جمہ قائم کرنا درست ہی نہیں۔

دوسری وجہ:

اور اگر اس آفس میں مندرجہ بالا تفصیل کے مطابق اذن عام پائی بھی جائے یعنی باہر کے لوگوں کو یہ پتہ ہو کہ یہاں جمہ ہوتا ہے، اور انہیں یہ بھی پتہ ہو کہ ہمیں یہاں جمہ پڑھنے کی اجازت ہے، تو پھر بھی مسجد کو چھوڑ کر آفس میں جمہ پڑھنے کا مستقل معمول بنالینا مکروہ ہے۔ فقط والله تعالیٰ عالم (فتاویٰ نمبر: 7/333)

گنجے پن سے وگ فکس کروانے کا حکم

سوال: سر پر گنجے پن کی وجہ سے جو بالوں کی وگ فکس کروائی جاتی ہے کیا اس حالت میں ہمارا غسل ہو جاتا ہے؟ تھوڑی میں اس کی تفصیل بھی بیان کرتا ہوں: سر کے بالوں کو موٹی مشین سے مونڈھنے کے بعد جو چھوٹے چھوٹے بال رہ جاتے ہیں وگ کے اندر گھولائی میں ایک انچ کی پٹی ہوتی ہے



اس پر گم یا پیسٹ لگا کر ان بالوں پر چپکا دی جاتی ہے۔ اور جس طرح بال بڑھتے رہتے ہیں یہ وگ بھی اور پر اٹھتی رہتی ہے۔ ڈیڑھ دو ماہ کے بعد جب بال زیادہ بڑھ جاتے ہیں تو پھر سے یہی عمل دوبارہ کیا جاتا ہے۔ حضرت بتا دینجئے اس وگ کو لوگوں نے کے بعد ہمارا غسل ہو جاتا ہے؟ یا پھر بھی ناپاک ہی رہتا ہے۔ واضح ہے! ایک بال جو جلد کے اندر ڈالے جاتے ہیں، یہ اس سے مختلف ہے یہ ایک پوری بالوں کی وگ ہے جو سر کے بالوں پر چسپاں کی جاتی ہے۔

جواب:- ایسی وگ جس میں انسانی بال استعمال کیے گئے ہوں اور اسے کچھ عرصے کے لیے چپکا دیا جائے اس کا استعمال جائز نہیں کیونکہ:

1: اس میں کسی دوسرے انسان کے بالوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔

2: انسانی بالوں کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔

3: جھلی کے نیچے اصل بالوں تک Liquid کی وجہ سے پانی نہیں پہنچتا، اس لیے فرض غسل ادا نہیں ہوتا۔

4: اگر پورے سر پر جھلی لگی ہو تو وضو میں سر کے مسح کا فرض ادا ہو جائے گا لیکن مسح کی سنت

5: اگر چوتھائی سر کی مقدار کے برابر سر پر جھلی نہ لگی ہو تو اگرچہ اس پر فرض ادا ہو جائے گا لیکن مسح کی سنت (کہ پورے سر پر مسح کیا جائے اس) سے مستقل محرومی رہے گی۔ (ماخوذ از مریض و معانی)

(فتاویٰ نمبر: 7/54)



ماہِ رب و شعبان کی دعا

جب ماہِ رب شروع ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے:

اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي رَجَبٍ وَشَعْبَانَ، وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ.

”اے اللہ! ہمارے لیے رب و شعبان میں برکت فرماؤ ہمیں رمضان تک پہنچا۔“



عظمیم محدث، نمونہ اسلاف، حضرت مولانا داکٹر عبدالحکیم چشتی
کے خصوصی تربیت یافتہ علماء کرام کی زیر نگرانی

جامعة دارالتحقیقی

شائعات علوم حدیث کے لئے

عظمیم
خبری

تَخْصُّصٌ فِي عِلْمِ الْحَدِيثِ



طلاء علوم الحدیث رجوع فرمائیں

داخلے محدود ہیں

شراط داخلہ

- وفاق المدارس کے امتحان میں ممتاز یا جید جد اکامیاب ہو یا کسی مستند مدرسے سے اچھے نمبرات سے فراغت کی سند کا حامل ہو
- عربی عبارت روانی سے پڑھ اور سمجھ سکتا ہو
- بنیادی تحریری صلاحیت ہو
- داخلہ زبانی و تحریری جائزے کی بنیاد پر دیا جائے گا

آنماز داخلہ: ۵ شوال: ۱۴۳۳ھ / 2022ء

جامعہ دارالتحقیقی، نیو چوبڑی پارک، لاہور

بمقام

0322-4055226

دارالتحقیقی



+92-3-222-333-224



www.darultaqwa.org



/jamiadarultaqwa



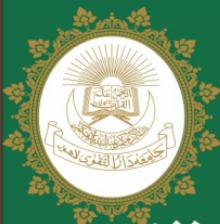
Mufti Online



+92-300-4113082



ifta4u@yahoo.com



جامعہ دارالتقویٰ

کے زیر اہتمام

استقبالِ رمضان و زکوٰۃ

بذریعہ
ملٹی میڈیا
پروجیکٹ



اپنے علاقے کی مساجد میں یہ پروگرام
منعقد کر دانے کے لئے نظمیں و آئندہ
حضرات رابطہ فرمائیں

مستند مفتیان کرام کی زیر نگرانی

- ❖ رمضان سے قبل رمضان کی تیاری
- ❖ مسائل و فضائلِ رمضان
- ❖ مسائلِ روزہ و تراویح
- ❖ زکوٰۃ کے حوالے سے مستند معلومات
- ❖ رمضان کے حوالے سے ایک مکمل و جامع
- ❖ معلوماتی پروگرام

برائے رابطہ
0321.4159682

جامعہ دارالتقویٰ، نیو چوبڑی پارک، لاہور

دارالتقویٰ